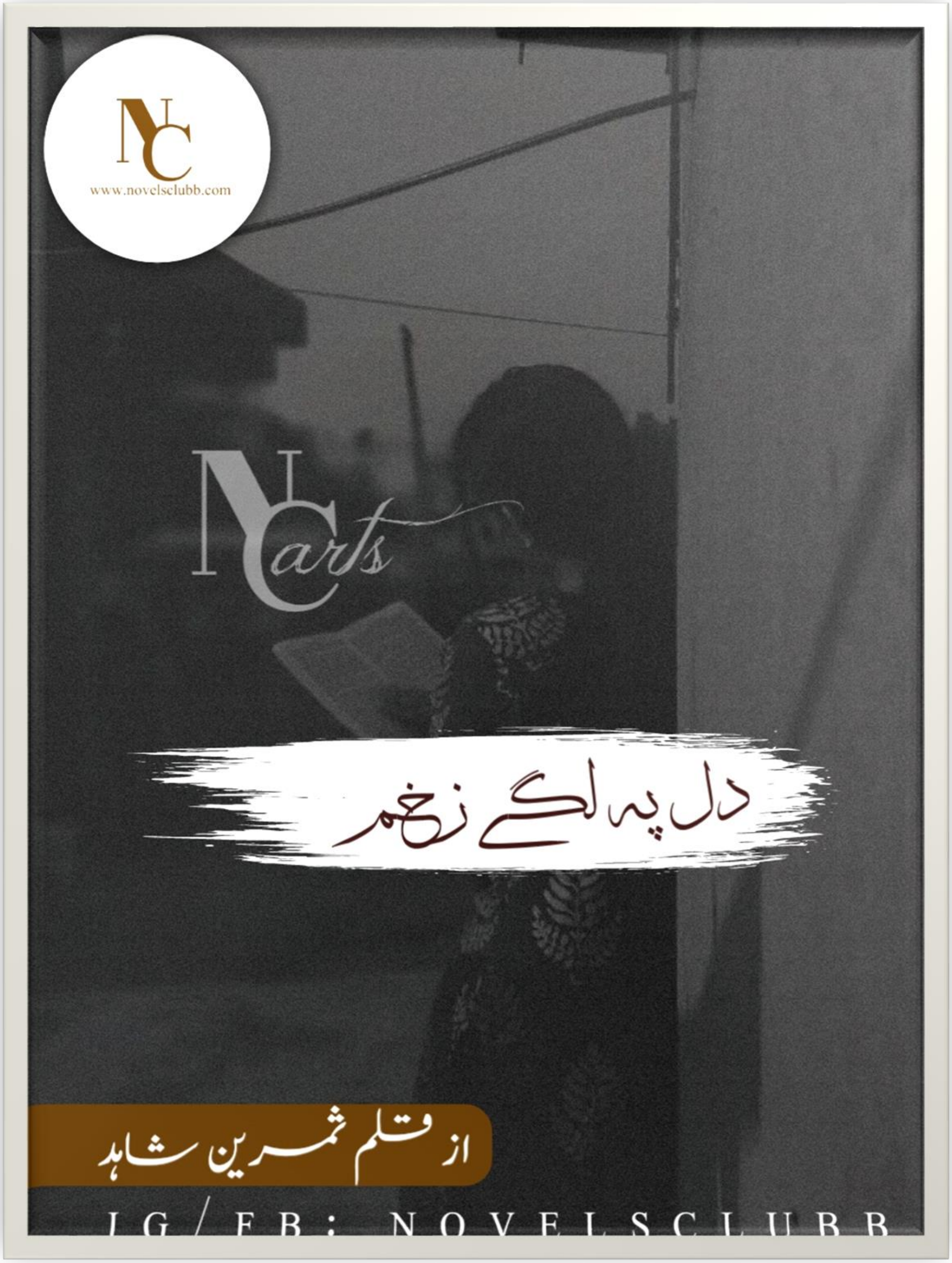
www.novelsclubb.com
NC arts
دل پہ لگے زخم
از قلم ثمرین شاہد
IG / FB: NOVELSCLUBB

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

دل پہ لگے زخم

از قلم

ثمرین شاہد

www.novelsclubb.com

"بولو! میں کچھ پوچھ رہا ہوں تم سے؟ کہاں گئی تھی تم؟"

زارا اس کے اچانک استفسار پر بوکھلا سی گئی۔ وہ اندر داخل ہوئی تو زبیر نے دروازہ بند کرتے ہی اس کے ہاتھ کو دبوچ لیا۔ اس کی سخت گرفت اُسے اذیت دینے لگی تو اس نے آنسوؤں کے درمیان کہا۔

"زبیر چھوڑیں میرا ہاتھ۔ مجھے درد ہو رہا ہے۔"

اپنا بازو چھڑوانے کی کوشش میں اس کے ہاتھ پر پھر ایک نئے زخم کا اضافہ ہوا تھا۔ آنسوؤں کے قطرے موتیوں کی شکل میں اس کی آنکھوں سے نکل کر رخسار پر بہہ رہے تھے۔

"کچھ پوچھا ہے تم سے، بتاؤ مجھے کہاں گئی تھی؟"

زبیر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے آنکھوں میں بے پناہ غصّہ اور حقارت لیے بولا۔

زارا کی حلق سے ایک دل خراش چیخ نکلی۔اس نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے منہ پر رکھ کر بمشکل مزید چیخ کو باہر آنے سے روکا۔

اسے خاموش دیکھ کر زبیر نے ایک جھٹکے سے اس کا بازو چھوڑ دیا اور ڈگ بھرتے ہوئے گھر سے باہر نکل گیا جبکہ زارا وہیں بیٹھتی چلی گئی۔روز روز کی اذیت اُسے موت کی طرف دھکیل رہی تھی اور وہ اس تکلیف کو سہنے کے علاوہ کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔زبیر احمد سے اس کی شادی کو چھ ماہ ہی ہوئے تھے۔پہلے دن سے ہی وہ اس پر شک کرتا' اسے مارتا پیٹتا' کسی سے بات کرتا دیکھ کے اس سے طرح طرح کے سوال کرتا اور وہ رونے دھونے اور اپنے ناکردہ گناہوں کی معافی مانگنے کے سوا کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔اس بھری دنیا میں فی الحال وہ ہی اس کا واحد سہارا تھا لیکن کب تک وہ اس کے دیے زخموں کو برداشت کر سکتی تھی۔ کبھی نہ کبھی تو اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہونا ہی تھا۔

زارا، عباس مرزا کی اکلوتی بیٹی تھی اس کی ماں رقیہ عباس اس کی پیدائش کے وقت

دنیا سے چل بسی تھیں۔اس کی پرورش عباس مرزا نے بڑے انوکھے انداز میں کی۔ اسے ایک کانٹا بھی چبھ جاتا تو وہ پریشان ہو جاتے اور اس کی ناز نخرے اٹھاتے مگر خدا کا کرنا یہ ہوا کہ اس کے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی وہ بھی اس خاکی دُنیا سے رُخصت ہو گئے اور زارا بے چاری اس مطلبی دُنیا میں اکیلی رہ گئی۔بڑی پھپھو سے کئی سالوں سے کوئی رابطہ نہیں تھا۔شاید پردیس جا کے وہ انھیں بھول گئی تھیں جبکہ اس کی چھوٹی پھوپھو نے پہلے تو اس کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھا پھر اس کے بابا کی ساری دولت خود سمیٹ کر اس بے چاری کے ساتھ نوکروں سے بھی بدتر سلوک کیا۔وہ اس سے گھر کے سارے کام کروانے کے باوجود بھی رات دن اسے لعن طعن کرتیں اور ایک دن اسے زبیر احمد کے ساتھ نکاح کے بندھن میں باندھ دیا جو اس سے عمر میں کافی بڑا اور سخت گیر تھا اس طرح انھیں اس بوجھ سے بھی چھٹکارہ مل گیا۔

★★★★★

کچھ دیر وہاں بیٹھ کر رونے کے بعد جب وہ تھک گئی تو آنسو پونچھتی اٹھ گئی اور کچن میں چلی آئی۔اب اسے رات کے کھانے کی تیاری کرنی تھی۔ بازوؤں پر ناخن لگنے کے باعث اس جگہ سے خون رس کر جم چکا تھا اُسے اپنے اس زندگی سے بہت سے شکوے تھے مگر وہ بے بس تھی۔ زبیر جیسے شوہر کے ساتھ رہنا نہایت ہی مشکل تھا جو ذہنی عارضے کا شکار تھا لیکن اس کے علاوہ اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔اس کی چھوٹی پھوپھو جان نے زندگی اس پر تنگ کر دی تھی۔ وہ یہاں سے کس کے پاس جاتی۔اب رشتے دار کے نام پر بس ایک پھوپھی بچی تھیں جو اس کے حال سے ناواقف تھیں اور اس وقت بیرون ملک میں مقیم تھیں۔ جنھیں اس نے اپنے والد کی زندگی میں دیکھا تھا۔یتیمی نے وہ سارے رشتے ختم کر دیے تھے۔ وہ یہی سوچ کے رہ جاتی تھی کہ جس کے ماں باپ اس دنیا سے چلے جاتے ہیں تو پیچھے کچھ نہیں بچتا اور یتیمی نے اس سے بھی جینے کا حق چھین لیا تھا۔وہ اس بھری دنیا میں بالکل تنہا رہ گئی تھی۔

www.novelsclubb.com

کھانا تیار کر کے ٹیبل پر رکھنے کے بعد وہ زبیر کا انتظار کرنے لگی۔ وہ سارا دن جہاں بھی رہے رات کے وقت لوٹ آتا تھا۔ ایسا بہت کم ہوتا کہ وہ نارمل انداز میں بات کرتا تھا ورنہ زیادہ تر وہ غصّے کی حالت میں ہی پایا جاتا تھا۔

صبح پڑوس میں صاعقہ خالہ کی طبعیت کافی بگڑ گئی تھی اور ان کا پوتا اسے بلانے آیا تو وہ کچھ سوچے سمجھے بغیر ان کی طرف چلی گئی تھی۔ اس نے تو ایک بھلائی کی تھی لیکن وہ بھلائی اس پر بھاری پڑ گئی۔ زبیر نے اچانک چلانے پر وہ اتنا ڈر گئی کہ وہ بتا ہی نہیں پائی کہ وہ ایک بیمار کی عیادت کے لیے گئی تھی۔

دروازے پر دستک ہوئی تو وہ سوچوں کے یلغار سے باہر نکل آئی اور جلدی سے جا کر دروازہ کھول دیا۔

ایک ہاتھ میں جیکٹ لیے زبیر لڑکھڑاتے ہوئے اسے سامنے سے ہٹاتے اندر داخل ہوا۔

زارا بے بسی سے لب کاٹتے رہ گئی پھر دروازہ بند کرتی وہ اس کے پیچھے چلی آئی۔ وہ

آج پھر سے نشے میں دھت آیا تھا۔اس نے بچپن میں سنا تھا کہ نشہ کرنا حرام ہے۔ قبل از اسلام لوگ بہت سی برائیوں میں مبتلا تھے اس میں ایک حرام کام نشہ کرنا تھا لیکن اسلام نے تمام بُری باتوں سے مسلمانوں کو باز رہنے کا حکم دیا۔ہر اس شئے کے قریب جانے سے منع کر دیا جس سے بھٹکنے کا اندیشہ ہو۔

مگر اسے ایک ایسا ہمسفر ملا تھا جو آئے روز نشے کی حالت میں گھر آتا تھا اور اس پر ہاتھ اٹھاتا تھا۔ہر لڑکی کی طرح اس کی بھی خواہش تھی کہ اس کا شوہر اس کا محافظ اس کا خیال رکھے۔اس کے لاڈ اٹھائے اور سب سے بڑھ کر دین کا پیروکار ہو۔ مگر اس کی یہ خواہش کانچ کی طرح ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گئی تھی۔وہ اپنے رب کی ناشکری کرنے والوں میں سے نہیں تھی۔وہ اس آزمائش میں کھری اترنے کی اپنی پوری کوشش کرتی تھی۔

★★★★★

پورا دن کام کر کے اس کی ہمت جواب دینے لگی۔ڈُھلے کپڑوں کو سمیٹ کر وہ

کھڑکی کے قریب چلی آئی۔ بہار کے اس موسم میں ہر طرف ہریالی ہی ہریالی تھی

۔ٹھنڈی ہوائیں چلنے کی وجہ سے موسم خوشگوار ہو گیا تھا لیکن اس کے باوجود بھی

اس کے اندر ایک عجیب سی اداسی تھی۔

جب دل اندر سے زخمی ہو اور اندر کا موسم خاردار ہو تو باہر کی رنگینیاں بھی انسان

کے اندر کوئی خاص تبدیلی نہیں لاتی ہے اور اس نے تو کتنے دُکھ جھیلے تھے اس نے

دکھی دل سے سوچا۔

دو دن کے لیے زبیر شہر سے باہر گیا ہوا تھا اس کے جاتے ہی چار کمروں کا یہ مکان

اسے کسی آسیب کی طرح خوف زدہ کرنے لگا۔

وہ تنہائی کا شکار تھی اور اس تنہائی کو دور کرنے کے لیے وہ اپنے ساتھ کوئی ملازمہ

بھی نہیں رکھ سکتی تھی کیوں کہ زبیر کو پسند نہیں تھا۔

وہ بے دلی سے وہاں سے اٹھ کر کمرے میں چلی آئی۔ دھلے کپڑے تہ کر کے الماری

میں رکھے اور کھانا کھا کر لیٹ گئی لیکن نیند کسی روٹھی محبوبہ کی طرح اس کی

آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ پوری رات کروٹیں بدلتے گزر گئی۔ جب زبیر ہوتا تھا تو کم از کم وہ سو تو جاتی تھی لیکن اس کی غیر موجودگی میں اسے اکیلے گھر سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔

فجر کے وقت نماز پڑھنے کے بعد وہ کام سے جلدی فارغ ہوئی اور کھڑکی کے سامنے آکے بیٹھ گئی۔ نیند نہ آنے کی وجہ سے اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ لاکھ کوششوں کے باوجود بھی وہ بمشکل ایک دو گھنٹے ہی سو پائی تھی اور آج تو وہ نیند میں ڈر گئی تھی کوئی اُسے پُکار رہا تھا مگر پورا گھر خالی پڑا تھا۔

وہ باہر کھیلتے بچّوں کو دیکھ رہی تھی کہ اچانک اس کی نظر وہاں کھڑے ایک لڑکے پر پڑی جو بغور اسے ہی دیکھ رہا تھا اس نے جلدی سے اپنی نظریں جُھکا لی جب مسلسل خود پر اس کی نظروں کی تپش محسوس کرنے لگی تو وہ وہاں سے اُٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

"پتہ نہیں وہ مجھے کیوں گھور رہا تھا۔ اگر زبیر دیکھ لیتے تو پھر سے ایک نیا تماشہ لگ

جاتا۔۔"

یہ سوچ کر ہی اسے جھر جُھری آگئی۔

"زبیر آگئے تو پھر سے وہی رویہ......!" وہ اس کے اگے کچھ سوچنا اسے اداس کر دیتا تھا۔ ہر اُس سوچ سے کنارہ چاہتی تھی جو اس کے زخموں پر نمک کام کرے۔

رات میں زبیر نے کال کر کے بتایا کہ وہ مزید کچھ دن نہیں آپائے گا اس کی غیر موجودگی میں وہ گھر سے کہیں باہر نہ نکلے اور نہ کسی سے بات نہ کرے۔

اس کی باتیں اسے چابک کی طرح لگی تھیں جسے سنتے ہی اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

www.novelsclubb.com

اُسے اپنی ناقدری پر رہ رہ کر رونا آتا تھا۔ وہ سوچتی تھی کہ جس طرح بچے رو دھو کر ،ضد کر کے اپنی بات منوا لیتے ہیں کاش وہ بھی رو کر ضد کر کے زبیر کو اپنے ہونے کا احساس دلا سکے۔ لیکن اس کے بے شمار آنسو بھی اس پتھر صفت آدمی کے دل کو موم کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے تھے ورنہ وہ اُس پر اس طرح ظلم نہیں کرتا۔ اس

نے اس کی ہر بات مانی تھی۔خود کو اس کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا لیکن اتنے مہینوں میں وہ یہ سمجھ نہیں پائی تھی کہ آخر وہ ایسا کیوں ہے۔زبیر کے اس رویے کے پیچھے کیا وجہ ہے اور ان سب میں اس کی کیا غلطی ہے۔

وہ ہر لحاظ سے خوبصورت تھی ایک سلیقہ شعار، وفادار۔شادابی رنگت کی حامل لڑکی۔اس کے بُھورے لمبے ریشمی بال کمر سے نیچے تک آتے تھے۔اس کی بڑی بڑی خوبصورت آنکھیں جو بنا میک اپ کے بنا بھی بلا کی حسین تھیں۔اگر کوئی اسے ایک بار دیکھ لیتا تھا تو اس کا دیوانہ ہو جاتا۔

ان سب کے علاوہ وہ نرم دل تھی۔دوسروں سے محبت کرنے والی،ان کی تکلیف میں رو دینے والی پھر اسے زبیر جیسا ساتھی کیوں ملا تھا جسے اس کی قدر ہی نہیں تھی

۔

اب اگر کوئی روح تک رسائی حاصل کرتا تو اس کے دل میں چُھپے دکھوں کا یہ محل دیکھ کر ایک بار ضرور اشک بار ہوتا۔

★★★★★

وہ کچن میں کھڑی جلدی جلدی پین کیک بنا رہی تھی جب دروازے پر بیل ہوئی۔

"اس وقت کون ہوگا؟" اس نے دل میں سوچا۔ دوبارہ بیل کی آواز سنتے ہی اس نے جلدی سے کیک کو اوون میں ڈالا۔ ٹائم سیٹ کر کے وہ تیزی سے کچن سے نکل کر تقریباً بھاگتی ہوئی دروازے تک آئی۔

"کون......کون ہے؟"

اس نے دوبار پوچھا لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ آنے والا جیسے گونگا تھا۔ وہ اندر ہی اندر ڈر بھی رہی تھی کہ کہیں کوئی چور اچکا تو نہیں۔

"بولتے کیوں نہیں......کون ہے دروازے پر؟" اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"آپ کا نیا ہمسایہ.....!!"

فون پر بات کرتا لڑکے نے موبائل کو ٹراؤزر کی جیب میں اڑستے ہوئے مصروف سے انداز میں کہا جبکہ زارا مردانہ آواز سن کے حیران ہوئی۔

"دیکھیں! آپ جو کوئی بھی ہیں مہربانی کر کے یہاں سے چلے جائیں۔"

وہ کسی انجان آدمی کے ساتھ نرمی برتنا نہیں چاہتی تھی۔اس لیے اس نے رعب دار اور کھردرے لہجے میں کہا۔

"ارے ایک بار میری بات تو سن لیں۔آپ کیسی بے مروت ہیں۔میری بات سُنے بغیر ہی مجھے یہاں سے چلتا کر رہی ہیں.....اور آپ جب تک میری بات نہیں سُن لیتی ہیں میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔"

مقابل نے ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے ارادے سے اسے آگاہ کیا۔

"عجیب مصیبت ہے.....اگر زبیر آ گئے اور اسے گھر کے باہر دیکھ لیا تو انھیں مجھ پر شک کرنے کا نیا بہانہ مل جائے گا۔"

وہ بڑبڑانے لگی۔

"دیکھیں مسٹر.....! میں اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں ایسے کسی پر یقین نہیں کر سکتی۔اس لیے بہتر ہو گا کہ آپ یہاں سے چلے جائیں۔جب وہ آئیں تو آپ مل

لینا۔"

اس نے دوٹوک انداز میں کہا۔

"ارے میں آپ کے شوہر سے بات کرنے یاراہ ورسم بڑھانے نہیں آیااور میں خود بھی آپ کو تنگ نہیں کرتا محترمہ!! لیکن میں چائے بنانے لگا تھااور دودھ ختم ہو گیا ہے۔میں دودن پہلے ہی یہاں رہنے آیا ہوں مجھے اس جگہے کا کچھ خاص آتا پتا نہیں ہے اس لیے آپ مجھے تھوڑا سا دودھ ادھار دے دیں۔میں لوٹادوں گا پکا۔"

اس نے بولنا شروع کیا تو بنا بریک کے بولتا چلا گیا۔

وہ پوری کہانی سُننے میں ذرا بھی دلچسپی نہیں رکھتی تھی اس نے دروازے کو کھول کر اپنا چہرہ باہر نکالااور اس کا سرتا پیر جائزہ لینے لگی۔جو رف سی ٹی شرٹ اور بیلو جینز میں تھا۔یہ وہی شخص تھا جسے وہ کل بچوں کے ساتھ کھڑا دیکھ چکی تھی۔

"سوری!! دودھ ختم ہو گیا ہے۔"اس نے دروازہ اس کے منہ پر بند کرنا چاہا لیکن سامنے کھڑے نوجوان نے اپنا بازو دروازے کے درمیان حائل کر کے دروازہ بند

ہونے سے روک دیا۔

"آپ اس طرح منع نہیں کر سکتی جبکہ میں نے کہا بھی ہے کہ میں آپ کو لوٹا دوں گا۔"

اس نے برہم ہو کے کہا جیسے وہ رکھتے ہوئے جھوٹ بول رہی ہو۔

وہ واقعی ڈھیٹ تھا وہاں سے ہلنے کا نام نہیں لے رہا تھا وہ جتنا چاہتی تھی کہ اسے جلدی سے فارغ کرے اتنا ہی وہ یہاں ڈٹ کر بحث کرنے پر اتر آیا تھا۔

اس نے سامنے کھڑے شخص کو گھوری سے نوازا پھر بنا کچھ کہے اندر چلی گئی۔

"عجیب لڑکی ہے ہمسایہ مدد مانگنے آیا ہے۔وہ بھی ادھار......لڑنے ہی لگ گئی۔"

اس نے خود کلامی کی اور اس کا آنے کا انتظار کرنے لگا۔

کچھ دیر بعد جب لوٹی تو اس کے ہاتھ میں چائے کا ایک کپ تھا۔وہ اسے تھماتے ہوئے باور کرنے لگی۔

”اسے لو اور آئندہ اپنی شکل مت دکھانا۔"

اس نے کہتے ساتھ ہی زور سے دروازہ اس کے منہ پر بند کر دیا۔

یہ سراسر اس کی بے عزتی تھی اور بہت ڈھٹائی سے کی گئی تھی۔

”شیرنی نہ ہو تو.....ہونہہ۔

چائے پینی نہ ہوتی تو میں اس بدتمیز کے منہ ہی نہ لگتا۔کیسے لوگ بستے ہیں یہاں ہمارے گھر کوئی آئے تو ہم مہمانوں اور ہمسائے کی ایسی خاطرداری کرتے ہیں کہ ان کی سات نسلیں یاد رکھیں۔چائے اور کھانا کھلا کے بھیجتے ہیں۔مگر یہ توبہ ہے قسم سے۔“ وہ اپنی تذلیل پر بڑبڑاتے ہوئے اپنے گھر کی سمت چل دیا جبکہ اس مصیبت سے جان چھوٹنے پر زارا کی جان میں جان آئی تھی۔

"شکر ہے چلا گیا۔پتا نہیں کہاں سے آ گیا تھا۔“ ایک گہرا سانس خارج کرتے اس نے خود کلامی کی۔

اس نے اپنے لیے جو چائے بنائی تھی وہ بھی اب اُسے دے چکی تھی۔اس کے نان

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اسٹاپ بولنے پر وہ حیران بھی ہوئی تھی۔پتا نہیں کیا کھا کے آیا تھا کہ ایک بار بولنا شروع کیا تو پھر بولتا ہی چلا گیا۔

انہی سوچوں میں غلطاں تھی کہ عجیب سی بو اس کے نتھنوں سے ٹکرائی اور وہ تقریباً اچھل پڑی۔ تیزی سے کچن میں آتے ہی اس نے اوؤن بند کر دیا اور پین نکال کے دیکھا تو پورا کیک جل گیا تھا۔

"لگتا ہے کوئی جن بھوت ہی تھا۔"

پہلے چائے اور اب کیک سے ہاتھ دھونے پر اسے جن بھوت کے القاب سے نوازتی وہ بے دلی سے اس جلے کیک کو اُٹھا کے کھڑکی کے قریب لے آئی تا کہ چڑیوں کا کھانا بن سکے لیکن شاید ہی وہ اسے کھاتیں۔

"اب میں کیا کھاؤں؟" صبح سے بھوک کی شدت سے بے حال تھی اس وقت اسے حقیقتاً رونا آیا۔

اتنے دنوں بعد وہ اپنی پسند کا کچھ بنا رہی تھی اور وہ بھی جل گیا تھا۔ بھوک کے مارے

اس کے پیٹ میں چوہے کودنے لگیں۔

وہ اسنیک وغیرہ ڈھونڈنے کی نیت سے واپس کچن میں آئی مگر سب کچھ خالی پڑا تھا۔

کچھ دیر کی تلاشی کے بعد اسے ایک برنی میں چند بسکٹ ہی ملے تھے۔

وہ وہیں میز پر چڑھ کے بیٹھ گئی اور انھیں ہی کھانے لگی تاکہ بھوک میں کچھ افاقہ ہو۔

گھر کا سودا ختم ہو گیا تھا اور زبیر اب تک گھر نہیں آیا تھا۔ نا جانے وہ کب آتا۔ وہ باہر کسی کام سے جاتا تھا تو واپس کئی کئی دنوں بعد ہی لوٹتا تھا۔ اس کے پاس کچھ پیسے تھے لیکن خریداری کے لیے گھر سے باہر جانا پڑتا اور وہ اکیلے جانے کا رسک نہیں لے سکتی تھی۔

www.novelsclubb.com

"اب میں کیا کروں؟"

اس نے شہادت کی انگلی گال پر دھرے سوچا اور زبیر سے بات کرنے کے ارادے سے لاؤنج کی جانب بڑھ گئی۔ گھر میں لگے لینڈ لائن کا ریسور اٹھا کے اس کا نمبر ملانے کے دوران اپنے ذہن میں الفاظ کو ترتیب دینے لگی کہ اسے کیا کہنا ہے۔

"کچھ بولو گی یا میرا وقت برباد کرنے کے لیے فون کیا ہے؟"

"وہ....وہ میں پوچھنا چا......!"

زبیر کی کرخت آواز سنتے ہی اس کے ترتیب دیے الفاظ دم توڑ گئے۔اس نے ہکلاتے ہوئے کچھ کہنا چاہا مگر اس کی بات درمیان میں ہی کاٹ دی گئی۔

"کیا وہ میں لگا رکھا ہے جو بولنا ہے جلدی بولو! میرے پاس اتنا فضول وقت نہیں ہے کہ فون کان سے لگائے کھڑا رہوں۔"

زبیر کے لہجے میں سختی اور بےزاری نمایاں تھی۔

"میں آپ سے باہر جانے کی اجازت لینا چاہتی تھی زبیر!" زارا نے لب بھینچے اصل مدعا بیان کیا۔

"کیوں.......؟کیوں جانا ہے باہر۔"

اس کے باہر جانے کا سن کر اس نے برہم ہوتے ہوئے پوچھا۔

"گھر کا سودا ختم ہو گیا ہے اور......اور آپ نہیں ہیں تو میں بس چاہتی تھی کہ

جا کے لے آؤں۔"

اسے غصے میں دیکھ کر اس نے وضاحت دی۔

"ٹھیک ہے چلی جاؤ۔صاعقہ خالہ کو ساتھ لیتے جانا اور پیسے وہیں دراز میں پڑے ہیں وہ لے جانا۔"

آخری جملہ مکمل کرتے ہی دوسری طرف سے لائن کٹ گئی تھی۔

وہ بت بنے کھڑی فون دیکھ رہی تھی اور حیران بھی تھی کہ اتنی جلدی وہ مان کیسے گیا تھا اور وہ صاعقہ خالہ کے ساتھ کیسے جاتی وہ تو خود بیمار تھیں۔

"میں ایک بار پوچھ لیتی ہوں اگر اکیلے گئی تو یقیناً زبیر ناراض ہو جائیں گے۔"

اس نے جلدی سے کپڑے تبدیل کر کے ایک بڑی سے چادر اوڑھ لی اور الماری کی دراز میں پڑے پیسے جو زبیر نے بتائے تھے اپنے پرس میں رکھ کے دروازہ لاک کرنے کے بعد صاعقہ خالہ کے گھر کی سمت بڑھ گئی۔باہر نکلتے ہی ٹھنڈی ہوا نے اس کا استقبال کیا تھا تو اس کے رگ و پے میں خوشی سرایت کر گئی۔چند قدم کا فاصلہ

طے کرتے وہ صاعقہ خالہ کے گھر کے باہر کھڑی تھی۔ دو تین بار دستک دینے کے باوجود کوئی جواب نہیں ملا تو اس نے آس پاس نظریں دوڑائیں اتنے میں ان کا پوتا راحت دوڑتے ہوئے وہاں پہنچا تھا۔

"کیا ہوا اپیا..... آپ یہاں؟ آپ اکیلی آئی ہیں۔ زبیر انکل نہیں آئے آپ کے ساتھ؟"

راحت نے اسے تنہا دیکھ کے دائیں بائیں نظریں دوڑائیں اور ایک ساتھ اتنے سوالات پوچھ لیے ویسے تو وہ بمشکل ہی گھر سے باہر نکلتی تھی، دو تین بار وہ اس کے گھر آئی تھی تو تب بھی زبیر اس کے ساتھ ہی تھا۔

"وہ شہر سے باہر گئے ہیں چھوٹو!

پتہ نہیں کب آئیں۔ تمہاری دادی جان گھر پر نہیں ہیں کیا؟ میں کب سے دروازہ نوک کر رہی ہوں لیکن کوئی جواب نہیں مل رہا۔

وہ سامنے کھڑے سات آٹھ سالہ راحت کے دائیں گال کو پیار سے چھوتے ہوئے

اس سے پوچھ رہی تھی۔

"نہیں اپیا! دادی جان تو گھر میں نہیں ہیں۔ وہ ساتھ والے گھر نئے آنکل آئے ہیں نا وہ ان کے گھر گئی ہیں۔ اس بچے نے انگلی سے اس مکان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے بتایا جہاں کچھ دن پہلے نیا ہمسایہ رہنے آیا تھا اور اسی کے مرہون منت اسے آج بھوکا رہنا پڑا تھا۔

"اچھا چھوٹے! کیا تم انھیں بُلا دو گے؟"

اس نے راحت کو صائقہ خاتون کو بلانے کا کہا تو وہ اثبات میں سر ہلاتے وہاں سے چلا گیا۔ وہ وہاں نہیں جانا چاہتی تھی اس لیے وہیں کھڑی ان کا انتظار کرنے لگی اور اس کی نظریں آس پاس کھیلتے بچّوں پر ٹھہر گئیں۔ اسے آج بھی وہ دن یاد تھا جب وہ گھر میں اپنے بابا کے ساتھ کھیلا کرتی تھی اور وہ اس کے تمام دوستوں کو گھر پر ہی بُلا لیا کرتے تھے۔ وہ دن اسے کسی نعمت سے کم نہیں لگتے تھے وہ خود کو دُنیا کی سب سے خوش قسمت لڑکی سمجھتی تھی لیکن جب اسے پیار دینے والے بابا سپرد خاک ہوئے

تو اس کی دُنیا ہی بدل گئی۔ پھولوں کے درمیان رہنے والی جسے زارا کو کانٹوں کی چبھن کا احساس تک نہیں تھا۔ محبت میں پلی بڑھی اس معصوم سی پری کے دامن میں جو کانٹے اُگے تھے اس نے اس کی روح کو بھی زخمی کر دیا تھا۔اس کا غم کسی سمندر کی گہرائی کی طرح اس کے اندر موجیں مار رہا تھا جو اس کے وجود کو اپنی لہروں میں پھنسائے اسے ساحل سے بہت دور تک لے جاتا اور وہ بے بسی سے خود کو اس بھنور کے زد میں دیکھ کر بھی کچھ نہیں کر پاتی تھی۔

صاعقہ خالہ اس گھر میں بیٹھیں اپنے نئے ہمسائے سے بات کر رہی تھیں۔

"بیٹا تم یہاں اکیلے ہی رہ رہے۔ تمہاری فیملی نہیں آئی تمہارے ساتھ، کیا وہ بعد میں آئی گی؟"

"نہیں آنٹی!! میں نے یہ گھر نیا لیا ہے بس اسے دیکھنے کے لیے یہاں آیا تھا، کچھ دنوں میں چلا جاؤں گا۔"

جب سے وہ اس کے گھر آئی تھیں سوال پہ سوال ہی کیے جا رہی تھیں۔اس نے کچن

سے نکل کے پلیٹ میز پر رکھ دی اور خود ساتھ والے صوفے پر بیٹھتے ہوئے انھیں بتایا۔

”یہ کیا بات ہوئی۔ بیوی بچّوں کو وہاں تنہا چھوڑ کے تم اکیلے ہی چلے آئے۔“

ان کی سوئی ایک ہی جگہ پر اٹکی تھی۔

”نہیں..... نہیں آنٹی! آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔ میری تو خیر سے ابھی شادی بھی نہیں ہوئی۔“

اس نے شرماتے ہوئے گردن کو نفی میں ہلاتے ہوئے مسکرا کے انھیں آگاہ کیا ورنہ وہ اسے ایک غیر ذمہ دار انسان سمجھ بیٹھی تھیں۔

”یہ کھائیں نا پلیز! گھر میں دودھ ختم ہو گیا ہے ورنہ آپ کو چائے ضرور پلاتا۔“

اس نے نمکو سے بھری پلیٹ ان کے سامنے کرتے ہوئے معصومیت سے کہا۔

”نہیں بیٹا! میں یہ سب نہیں کھا سکتی میرا بلڈ پریشر بڑھ جاتا ہے اور چائے میں زیادہ پیتی نہیں۔“

www.novelsclubb.com

انھوں نے اپنی بیماری کا تذکرہ کرتے ہوئے صاف انکار کردیا تو اس نے پلیٹ سے کچھ نمکو اٹھا کے اپنے منہ میں ڈال لیے۔

”میری صبح آپ سے بات ہوئی تھی آنٹی! تو آپ چل رہی ہیں نا میرے ساتھ؟“

اس نے پہلے سے طے ہوئی گفتگو کا حوالے دیتے ہوئے پوچھا۔

”بالکل...... بالکل! تم یہاں نئے ہو۔ تمھیں مدد کی ضرورت پڑے تو میں منع کیسے کرسکتی ہوں۔“

انھوں نے خوش دلی سے کہتے ہوئے مسکرا کے اس کی جانب دیکھا۔

”دادی جان..... دادی جان!!!“

اتنے میں راحت انھیں آواز لگاتا دوڑتا ہوا ان کے پاس چلا آیا۔

”ارے دادی کی جان! آپ اس طرح دوڑ کیوں رہے اگر چوٹ لگ جاتی تو، بیٹا اچھے بچے اس طرح نہیں دوڑتے۔“

انھوں نے اسے دیکھتے ہی ہاتھ بڑھا کے اسے خود سے قریب کیا اور پیار سے

سمجھانے لگیں۔

”دادی جان......زارا اپیا آپ کو ڈھونڈھ رہی تھیں آپ سے کچھ کام تھا شاید انھیں۔“

اس نے پھولے ہوئے سانس کے درمیان انھیں بتایا۔وہ خاموشی سے بیٹھا نمکو کھاتے ان دونوں کی گفتگو سن رہا تھا اس نے جلدی سے اٹھ کے میز سے پانی کا گلاس لے کر اسے تھما دیا۔

”یہ لو چھوٹو اسے پی لو۔“

بچے نے فوراً اسے گلاس پکڑ لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے پورا گلاس خالی کر کے خالی گلاس سامنے کھڑے نوجوان کو واپس تھما کے ایک بار پھر سے اپنی دادی سے مخاطب ہوا۔

”چلیں نا دادی جان! مجھے کھیلنا بھی ہے۔میرے دوست انتظار کر رہے ہوں گے۔“

”اچھا تو بیٹا اب میں چلتی ہوں،دیکھوں تو ذرا زارا بچے کو کیا کام ہے۔“

وہ اس سے اجازت مانگتی کھڑی ہو گئیں۔

"ٹھیک ہیں آنٹی پھر میں تیار ہو کے آپ سے باہر ملتا ہوں۔"

اس نے عقیدت سے سر کو خم کرتے ہوئے کہا اور کھڑا ہو گیا جبکہ وہ راحت کے ساتھ اس کے گھر سے نکل گئی تھیں۔

★★★★★

"تم ہار گئے ہو، تم ہار گئے ہو"

بچوں میں یکدم شور بڑھ گیا تھا۔ایک بچے نے چلاتے ہوئے کہا تو سب نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

www.novelsclubb.com

"ہاں تم بے ایمانی نہیں کر سکتے۔ہم تمہیں اپنے ساتھ نہیں کھیلائیں گے۔"

زارا شور کی وجہ سے ان خیالوں کی دُنیا سے باہر آئی

اور سامنے بچّوں کو آپس میں لڑتے دیکھا تو دوڑ کر ان کے پاس چلی آئی۔اس نے اگے بڑھ کر انھیں ایک دوسرے سے الگ کیا جواب مار پیٹ پر اتر آئے تھے۔

”کیا ہو گیا ہے بچو! آپ لوگ آپس میں کیوں لڑ رہے ہیں؟“

اس نے باری باری ان دونوں بچّوں کی طرف دیکھ کے پوچھا تو ایک بچے نے ساری بات بتائی۔ بلال آوٹ ہو گیا تھا لیکن پھر بھی ضد پر اڑا تھا کہ وہ پھر سے کھیلے گا۔

”یہ تو بہت بُری بات ہے نا بلال..... آپ ہار گئے ہو پھر دوسروں کو کھیلنے کیوں نہیں دے رہے؟“

اس نے بلال کی جانب دیکھتے ہوئے جاننا چاہا۔

”آپی!! ما کہتی ہیں کبھی ہار نہیں ماننی چاہیے۔“

بلال نے چہرے پر بلا کی معصومیت سجائے بتایا تو وہ مسکرا دی اور باقی بچے زور زور سے ہنسنے لگے۔

”تو کیا ہماری باری بھی خود کھیلو گے؟“

اور ایک بار پھر سے ہنسی گونج اٹھی تھی۔

”چپ ہو جاؤ سب! ایسے کسی کا مذاق نہیں اُڑاتے ہیں۔“

زارا نے انھیں ڈانٹا تو سب کی ہنسی کو بریک لگ گئی۔

"بلال کی مما بالکل ٹھیک کہتی ہیں ہمیں زندگی میں کبھی ہار نہیں ماننا چاہیے۔"

زارا کی بات سُن کر وہاں موجود سبھی حیران ہوئے کہ وہ کیا بول رہی ہے۔ زارا نے بلال کو خود سے قریب کیا پھر کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

"لیکن بلال کھیل کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں جب ایک کھلاڑی ہارتا ہے تو اُس کی جگہ دوسرے کی باری آتی ہے۔ آپ فرض کریں۔ کوئی بار بار ہار کے بھی کھیلتا رہے گا اور آپ کی باری نہیں آئے گی تو کیا آپ کو اچھا لگے گا؟"

اب وہ جواب طلب نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"نہیں۔" بلال نفی میں گردن ادھر اُدھر ہلاتے ہوئے اداس ہو کے کہا۔

"بالکل! پھر آپ اسے گیم سے نکال دو گے یا ایسا کرو گے کہ اس کے ساتھ نہیں کھیلو گے، ہیں نا؟"

وہ اس سے پوچھ رہی تھی اور باقی بچّے اسے خاموشی سے سُن رہے تھے جیسے وہ کلاس

میں بیٹھے ہوں اور کوئی ٹیچر سبق پڑھا رہا ہو یا کوئی کہانی سُن رہے ہوں جیسے بچے رات کے وقت دادی جان سے کہانی سنتے وقت خاموش رہتے ہیں۔

"جی!" بلال نادم ہوا۔

"اور رہی بات آپ کی مما کی تو واقعی ہمیں اپنی زندگی میں کبھی ہار نہیں ماننا چاہیے بلکہ ناکامی کے بعد دوبارہ سے کوشش کرتے ہوئے اپنی ہار کو جیت میں بدل دینا چاہیے۔ تبھی تو ہم بہادر کہلائیں گے۔

"وہ کیسے؟" اس نے ناسمجھی سے سوال کیا۔

"دیکھو جب آپ سبق یاد کرتے ہیں اور وہ یاد نہیں ہوتا تو آپ کو لگتا ہے آپ فیل ہو جائیں گے۔ اس وقت آپ کو ہمت ہارنے کی بجائے دوبارہ پڑھنا چاہیے اس طرح بار بار کوشش کرتے رہنے سے آپ کو آپ کا سبق یاد ہو جائے گا اور آپ اپنے امتحان میں کامیاب ہو جائیں گے۔ محنت نہ کرنے سے انسان ہار جاتا ہے۔ آپ کی مما اس لیے کہتی ہیں کہ ہار مت مانو بلکہ کوشش کرتے رہو۔ اب سمجھے بدھو!"

وہ اس کے بالوں پر انگلی پھرتے ہوئے وہاں سے اُٹھ گئی۔ بچّے اب سکون سے کھیل رہے تھے اس نے انھیں اُنھیں تسلی بخش جواب دے کر سمجھا دیا تھا۔

راحت کے ساتھ صاعقہ خالہ جو تقریباً پچپن سال کے لگ بھگ خاتون تھیں آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کی سمت آ رہی تھیں۔ انھیں دیکھ کے وہ آگے بڑھ گئی اور انھیں سلام کیا۔

"وعلیکم السلام زارا بچے بہت شکریہ میری بچی !، اگر اس دن تم نہ آتی تو نا جانے میرا کیا ہوتا دائم اور رانیہ تو اپنی خالہ کے گھر گئے ہوئے تھے۔"

انھوں نے اپنے بیٹے اور بہو کی غیر موجودگی کا ذکر کیا اور اپنا شفقت بھرا ہاتھ اس کے سر میں پھیرتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کرنے لگیں۔

زارا کو کبھی ماں کا پیار نہیں ملا تھا ملتا بھی کیسے اس کی ماں اس کے اس دُنیا میں آتے ہی مالک حقیقی سے جا ملی تھی۔ اس کے ماں باپ عباس صاحب ہی تھے۔ اپنی بڑی پھپھو سے وہ بچپن میں ملی تھی اب تو اسے ان کی شکل تک ٹھیک سے یاد نہیں تھی

ناجانے وہ پردیس جاکے انھیں بھول کیوں گئی تھیں اور اتنے دنوں میں ایک بار بھی رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی حالانکہ وہ اپنے بابا سے حلیمہ پھوپھو کی خوش اخلاقی اور ملنساری کے قصے سنتی آئی تھی۔اگر وہ اتنی اچھی تھیں تو کبھی پلٹ کر اپنے بھائی کا حال کیوں نہیں پوچھا تھا۔اپنے باپ کے دل میں ان کے لیے والہانہ محبت دیکھ کر اسے حیرانی ہوتی تھی۔ کبھی کبھار تو اسے شک گزرتا کہ وہ واقعی اتنی اچھی تھیں یا ان کے بابا اس کا دل بہلانے کے لیے من گھڑت کہانی سناتے تھے پھر اس خیال کو خود ہی جھٹک دیتی کیوں کہ ان کے متعلق بات کرتے عباس صاحب کی آنکھوں میں ایک الگ ہی چمک ہوتی تھی اور چھوٹی پھپھو کے ظلم نے تو اس کا خونی رشتے پر سے اعتبار اٹھا دیا تھا۔اسے رہ رہ کر ماں کی کمی محسوس ہوتی اور جب بھی وہ کسی ماں بیٹی کو پیار کرتے دیکھتی تو یہی سوچتی کہ کاش اس کی ماں بھی اس کے پاس ہوتی تو وہ اپنی ماں سے لپٹ جاتی اور کبھی انھیں خود سے دور نہیں جانے دیتی ۔شفقت بھرا لمس پاتے ہی وہ غمگیں ہو رہی تھی تبھی صاعقہ خاتون نے اسے پکارا

۔

"کیسی ہو زارا بچے؟"

وہ اکثر اس کے چہرے پر اداسی دیکھتی تھیں لیکن کبھی پوچھنے کی کوشش نہیں کی تھی کہ وہ کیوں اس طرح اداس رہتی ہے۔

"جی جی میں بالکل ٹھیک ہو خالہ!"

اس نے ڈھیروں آنسو اپنے اندر اتارتے چہرے پر مسکراہٹ سجائے بڑی مہارت سے جھوٹ بولا۔

"مجھ سے کوئی کام تھا بچے؟ راحت بتا رہا تھا تم مجھے بلا رہی تھی۔" انھوں نے پوچھا۔

"جج جی..... گھر میں سارا سامان ختم ہو گیا تو زبیر نے کہا کہ میں اکیلی نہیں جاؤں بلکہ آپ کے ساتھ جا کے لے آؤں۔" اس نے جیسے یاد آنے پر انھیں بتایا۔

"چلیں خالہ؟" وہ سوچ رہی تھی نا جانے وہ اس کے ساتھ جائیں گی بھی یا نہیں۔

کہیں ایسا نہ ہو اسے اکیلے ہی جانا پڑے گا۔

”جی بچے! چلتے ہیں پہلے اُسے آ لینے دو پھر ساتھ چلیں گے۔اُس نے بھی آج ہی کہا ہے۔“انھوں نے کسی کا ذکر کیا تھا شاید وہ کسی کا انتظار کر رہی تھیں۔

”کون ؟کسے آنے دوں خالہ“

اس نے ناسمجھی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سوال کیا

۔”آپ میری بات کر رہی ہیں ناآنٹی؟“

صاعقہ خاتون کو دیکھتے ہی وہ مسکراتے ہوئے پرجوش انداز میں بولا۔زارا کی سماعت سے ایک شناسا آواز ٹکرائی جو اس کے عقب سے آئی تھی تو وہ فوراً پلٹ گئی۔

یہ وہی جن تھا جس کی وجہ سے آج صبح اتنی محنت سے بنائے کیک پر پانی پھر گیا تھا اسے دیکھ کر اس کے چہرے پر ناگوار لکیریں ابھر گئیں۔اس بار وہ رف سے حلیے میں نہیں تھا بلکہ پوری طرح تیار جینز کے ساتھ اسٹرپ شرٹ کے آستین کو فولڈ کیے تھا اور بالوں کو جیل سے سیٹ کیے وہ پچھلی ملاقات سے قدرے مختلف نظر آرہا تھا۔

”تم! تم یہاں کیا کر رہے ہو؟“

وہ اپنے چہرے پر ناگواری سجائے دانت پیستے ہوئے چیخ کر بولی۔ صبح کے بعد وہ اس سے کبھی ملنا نہیں چاہتی تھی۔ ایک ہی دن میں دو دو بار ایسے شخص سے ملنا جس سے پہلی ملاقات ہی تکرار کا باعث بنی ہو کافی ناپسندیدہ مرحلہ ہوتا ہے۔

”جی محترمہ.....میں!“

وہ اگے چلا آیا اور اپنی انگلی کو سینے پر رکھتے ہوئے بولا۔

”آپ بہت مینرلیس ہیں۔ بندہ کسی کو دیکھ کر سلام کرتا ہے اس سے اس کا حال احوال پوچھتا ہے مگر آپ ہیں کہ سیدھا لڑنے لگتی ہیں قسم سے آپ جیسی عجیب و غریب مخلوق سے میرا پالا پہلی بار ہی پڑا ہے۔“

وہ بھی کہاں پیچھے رہنے والا تھا اس نے اپنا حساب برابر کر لیا تھا۔ وہی انداز چھوٹے سے سوال کے جواب میں پوری تقریر کرنا جس کا پسندیدہ کام تھا گویا وہ اپنی بات چند الفاظ میں کرے گا تو وسکر ایوارڈ سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

وہ خاموشی سے اُسے غصّے سے گھور رہی تھی۔

”میں یہاں کیا کر رہا ہوں یہ آپ آنٹی سے کیوں نہیں پوچھ لیتیں؟“

اس نے صاعقہ خاتون کی سمت دیکھتے ہوئے کہا۔

صائقہ بیگم خاموشی سے کھڑی ان دونوں کو بحث کرتے دیکھ رہی تھیں۔

”تم دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہو؟“

باری باری ان دونوں کے چہرے کے بدلتے ہوئے تاثرات نوٹ کرنے کے بعد انھوں نے پوچھا۔ان کی گفتگو سے تو یہی لگ رہا تھا کہ وہ دونوں نہ صرف پہلے مل چکے تھے بلکہ ان کی ملاقات کافی تلخ رہی تھی۔

”جی آنٹی.....آج صبح ہی ملاقات ہوئی تھی میری ان سے۔کافی کنجوس ہیں محترمہ!!میں ان سے چائے کے لیے دودھ مانگنے گیا تھا تو انھوں نے صاف انکار کرتے میرے منہ پر دروازہ بند کرنے کی حماقت کر دی۔“

وہ مظلوموں سی شکل بنائے بولا

"تو پھر؟"

اس کی بات سُنتے ہی وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکیں

"پھر کیا تھا، میں بھی ضد پر اڑ گیا کہ جب تک یہ کنجوس مکھی چوس میرا مطالبہ پورا نہیں کر دیتیں تب تک میں یہاں سے ایک انچ بھی نہیں ہلوں گا اور مجبوراً انھیں ہتھیار ڈالنے پڑے۔دودھ تو نہیں مگر چائے لا کے تھما دی۔

وہ اس طرح بتا رہا تھا جیسے وہ چائے کے متعلق بات کرنے کی بجائے کوئی جنگ کے قصّے سنا رہا ہوں جس میں بڑے تناسب سے کامیابی ملی ہو۔

صاعقہ خاتون ہنسنے لگیں پھر ہنسی پر قابو پاتے زارا سے مخاطب ہوئیں۔

"اور زارا بچے! تم نے کچھ نہیں کہا اسے؟"

زارا سامنے کھڑے اس لڑکے کی بات سُن کر پیچ و تاب کھا رہی تھی۔صاعقہ خاتون کو ہنستا دیکھ کر وہ اداس ہو گئی اُسے لگا تھا وہ اس کا ساتھ دیں گی۔

"خالہ!!! آپ بھی اس کی باتوں میں آ گئیں۔یہ انسان ایک نمبر کا بدمعاش ہے

۔اس نے مجھے اس قدر پریشان کر دیا کہ کوئی حد نہیں۔آج اس کی وجہ سے میرا پورا پین کیک بھی جل گیا۔“اس نے دہائی دی۔

”آنٹی!....“وہ آگے کچھ کہتا اس سے پہلے ہی صاعقہ خاتون نے اُسے درمیان میں ہی ٹوک دیا تھا

”بس بھی کرو بچّو!اب کسی کو دیر نہیں ہو رہی ہے اگر تم دونوں کا اس طرح لڑنے کا ارادہ ہے تو میں جا رہی ہوں آرام کرنے۔“

اس جملے کی ادائیگی کرتے وہ سچ میں جانے کے لیے پلٹی تھیں۔ان کا یہ عمل جیسے ان دونوں کو وارن کرنے کے لیے تھا۔

”نہیں،نہیں خالہ!!آپ میرے ساتھ چلیں اور باقی لوگ جہاں بھی جائیں۔“

اس نے خاص کر اس کی طرف دیکھ کے کہا اور آگے بڑھ کر صاعقہ خاتون کا ہاتھ تھام لیا تھا۔وہ دونوں آگے بڑھیں تو وہ بھی خاموشی سے ان دونوں کے پیچھے چلنے لگا

۔

www.novelsclubb.com

مارکیٹ میں رش ہونے کی وجہ سے ان کی واپسی تین چار گھنٹے بعد ہوئی تھی۔ وہ سامان لیے گھر میں داخل ہوئی تو تھکاوٹ سے بُرا حال تھا۔ تمام چیزوں کی ان کی جگہیں پر رکھتے ہوئے کافی وقت بیت گیا تھا۔ ان سب سے فارغ ہو کے اس نے اپنے لیے چائے بنائی۔ پورا دن خواری کے بعد اس کا سر بُری طرح دکھ رہا تھا اوپر سے بھوک بھی لگی تھی۔

چائے کپ میں انڈیل کر اس نے پلیٹ میں کیک رکھ کر اس کے کچھ ٹکڑے کیے جسے وہ اپنے لیے خرید لائی تھی اور دونوں چیزیں اپنے ہمراہ لیے کھڑکی کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔

www.novelsclubb.com

سورج غروب ہونے والا تھا ایسا معلوم ہوتا جیسے آسمان نے نارنجی اور آسمانی رنگ کی چادر اُوڑھ رکھی ہے۔ چرند پرند اپنے اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ وہ باہر اٹھتے شور کو بآسانی سن سکتی تھی۔ اس کی نظروں کا زاویہ بدلا تو کچھ ہی فاصلے پر وہ اُسے بچّوں کے ساتھ کھیلتا دکھائی دیا۔

اس کا دل کیا وہ کھڑکی کا پردہ گرادے لیکن اس نے ایسا نہیں کیا کچھ دیر وہ وہاں بیٹھی رہی پھر وہاں سے اٹھ کے کمرے میں چلی آئی، وضو کر کے نماز پڑھنے کے بعد وہ کچھ دیر آرام کی نیت سے بستر پر لیٹ گئی تھی۔

★★★★★

زبیر کو گئے آج تیسرا دن تھا اور آج بھی وہ بمشکل سو پائی تھی حالانکہ اب تک اسے تنہائی کی عادت ہو جانی چاہیے تھی کیوں کہ یہی زبیر کا معمول تھا۔ وہ اسے گھر میں قید کر کے چلا جاتا اور پیچھے کئی کئی دنوں تک گھر نہیں آتا اور وہ تنہا بیٹھی ماضی میں کھو جاتی۔ صبح اٹھ کے ناشتے کے بعد کام سے فارغ ہو کے وہ کھڑکی کے قریب چلی آئی۔ اندر سے چاہے کتنی بھی اداس کیوں نہ ہوتی باہر کی رونق اور دلکش مناظر کا یہ فائدہ ہوتا تھا کہ وہ اپنے اندر سکون اترتا محسوس کرتی تھی اور اس طرح وہ کچھ دیر لیے لیے ہی سہی پر اُمید ہو جایا کرتی تھی۔ وہ بیٹھی بچّوں کو کھیلتا دیکھ رہی تھی ان کی زندگی سے بھرپور ہنسی سنتے ہی اسے ان پر رشک آنے لگا۔ تبھی لینڈ لائن پر بیل

www.novelsclubb.com

ہوئی اور اس کی محویت ٹوٹ گئی۔ آواز سن کر وہ کھڑکی کا پردہ گرا کے وہاں سے اُٹھ گئی اور ہال میں چلی آئی ریسیور کان سے لگاتے ہی سب سے پہلے سلام کیا پھر پوچھا۔

"کون؟"

"کیا کون.....؟ زبیر بات کر رہا ہوں اور کہاں تھی تم اتنی دیر سے"

دوسری طرف چھت پھاڑ لہجے میں جواب دیا گیا۔

"آپ.... آپ کیسے ہیں زبیر اور کب آ رہے ہیں؟" زارا نے اس کی آواز سنتے ہی پوچھا۔

"مجھے کیا ہونا ہے، ٹھیک ہوں میں اور ابھی نہیں آ سکتا تھوڑا وقت لگے گا۔ تم میری فکر مت کرو۔ میں نے تمہیں یہ بتانے کے لیے فون کیا ہے کہ میری چاچی جان آ رہی ہیں کچھ دیر میں پہنچتی ہوں گی ساتھ شزا اور علی بھی آ رہے ہیں ان کے کھانے پینے کا انتظام کر دینا۔" وہ اسے اطلاع نہیں حکم دے رہا تھا کہ کوئی غلطی نہ ہو اور زارا نے ایک فرمانبردار بیوی کی طرح اس کی حکم پر لبیک کہا تھا۔

وہ کچھ دیر یونہی فون کان سے لگائے کھڑی رہی کہ شاید وہ اُس کے بارے میں
پوچھے گا لیکن دوسری طرف لبنیٰ خاتون اور ان کی فیملی کی آمد کی خبر دیتے ہی لائن
کٹ گئی تھی۔ وہ بے دلی سے فون رکھ کے کچن میں آ گئی۔

★★★★★

گھڑی صبح کے دس بجا رہی تھی لیکن وہ مہمان آنے کا سُن کے اس وقت کچن میں
کھڑی کھانا بنانے میں مصروف تھی تبھی دروازے پر بیل ہوئی۔

"لگتا ہے آ گئیں!"

وہ زیر لب بڑبڑاتے ہوئے سامنے لگے نل سے ہاتھ دھونے کے بعد کچن سے نکل
کر دروازے تک آئی اور دروازہ کھول دیا۔

وہ دوپٹہ درست کرنے میں اتنی مگن تھی آنے والے شخص پر دھیان ہی نہیں گیا تھا
۔

"السلام علیکم!"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

مردانہ آواز جب اس کی سماعت سے ٹکرائی تو ایک اس نے دروازے کی اور دیکھا اور اس کے چہرے کے نقوش تن گئے۔وہ اس کے لیے ایک مصیبت بن کر نازل ہوا تھا۔وہ جتنا اس سے جان چھڑانا چاہتی تھی وہ بار بار اس کی نظروں کے سامنے آ جاتا تھا۔

"تم۔۔۔۔تم پھر آ گئے ؟ تمہیں اور کوئی کام وام نہیں ہے کیا؟جو یوں منہ اُٹھائے چلے آتے ہو۔"

وہ غصّے سے آگ بگولہ ہوتے سخت لہجے میں اس سے مخاطب ہوئی اگر اسے پتہ ہوتا کہ دروازے پر وہ ہو گا تو وہ دروازہ کھولتی ہی نہیں۔سامنے کھڑے سفید کرتا ملبوس کیے دراز قد شخص پر تو جیسے حیرت کے پہاڑ ٹوٹے تھے۔وہ بے یقینی کے عالم میں اسے یک ٹک دیکھے گیا۔

"آخر اس لڑکی کے ساتھ مسئلہ کیا ہے سامنے والے کی پوری بات سُنے بغیر ہی بولنا شروع کر دیتی ہے" وہ بڑبڑانے لگا۔

وہ اسے بت بنے دیکھ کر مزید غصے میں آگئی۔

"جاؤ یہاں سے اور اپنی یہ سڑی ہوئی شکل آئندہ دکھانے کی زحمت مت کرنا۔"

وہ اس کی طرف دیکھ کر شہادت کی انگلی کی مدد سے گول دائرہ بناتے ہوئے بولی تھی

۔

"ایکسکیوز می! اب آپ بدتمیزی کر رہی ہیں۔ کوئی اس کے خوبصورت سے چہرے کی توہین کرے میں یہ برداشت نہیں کر سکتا۔

وہ اس کی بات سن کر تپ گیا تھا وہ اسے افسوس کے ساتھ دیکھتے ہوئے بولا۔ وہ ایک خوبصورت پرسنالٹی رکھتا تھا لوگوں کے درمیان اس کی کافی عزت تھی۔ یہی نہیں امریکہ میں اس کے اس چہرے پر ہزاروں لڑکیاں مرتی تھیں یہ الگ بات تھی کہ فی الحال کسی کو میسر نہیں تھا لیکن یہ لڑکی اس کی اس طرح توہین کرے وہ یہ بات کیسے برداشت کر سکتا تھا۔

"کیوں آئے ہو؟"

زارا اسید ھا کم ٹوڈی پوائنٹ آئی۔ کچھ دیر میں زبیر کی چاچی اپنی فیملی سمیت آنے والی تھیں اگر وہ اسی طرح دروازے پر جمار ہتا تو اُسے ڈر تھا کہ کہیں زبیر تک یہ بات نہ پہنچ جائے۔ وہ پہلے ہی اس پر شک کرتا تھا اور وہ اسے مزید کوئی موقع فراہم نہیں کرنا چاہتی تھی۔

اس نے چائے کا کپ اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا

"یہ لیں!"

"یہ دینے آئے تھے تم، پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

وہ حیران ہوئی تھی اس بار لہجہ دھیما اور پُر سکون تھا۔

"بولنے دیا ہوتا تو بتاتا نا!، بات بے بات شیرنی کی طرح کھانے کو دوڑتی ہو۔"

وہ ایسا صرف سوچ سکا تھا۔ اس کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہوئی۔

"ٹھیک ہے مہربانی کر کے آپ جائیں۔"

ایک دم سے وہ تم سے آپ پر آئی تھی۔ اس کے بدلے انداز پر اسے شدید جھٹکا لگا

اس کے معصومیت دیکھ کے وہ اپنے آنے کے مقصد بھول ہی گیا تھا۔

"سُنیں مس!! ایک کپ چائے مل سکتی ہے۔وہ کیا ہے نا میں نے چائے بنائی لیکن دو بار بنا کر پھینکنا پڑی۔وہ آپ کی چائے کی طرح بنی ہی نہیں۔"

وہ مسکراتے ہوئے اسے بتا رہا تھا۔زارا کا منہ بن گیا۔

"تو اتنا ڈرامہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔صاف صاف کہہ دیتا چائے مانگنے آیا ہے۔"

اس نے دانت پیستے ہوئے سوچا اور خاموشی سے دروازہ بند کر کے اندر چلی گئی۔کچھ دیر بعد وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں چائے کا کپ تھا۔

"پکڑیں!! یہ آخری بار ہے لیکن بار بار یہ ڈرامہ نہیں چلے گا اور اسے واپس کرنے کی ضرورت نہیں ہے اسے اپنے پاس ہی رکھ لینا اور ایک بات خدارا آپ اپنے گھر میں رہیں اور دوسروں کو اپنے گھر میں خوش رہنے دیں"

وہ باقاعدہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولی تھی۔اس کی آنکھوں میں التجا تھی۔وہ

کچھ بول نہیں پایا۔ان دو دنوں میں پہلی بار اُسے لگا کہ شاید وہ کچھ چھپا رہی تھی لیکن پھر اپنی سوچ کی نفی کرتے وہ وہاں سے چلا گیا جبکہ زارا پھر سے اپنے کاموں میں لگ گئی۔سوئیٹ ڈیش تیار کر کے وہ فریج میں رکھ چکی تھی، بریانی دم پر رکھ کر رائتہ اور کباب تیار کرنے لگی۔یہ سب تیار کرتے ہوئے کافی دیر ہو گئی تھی تب بھی لبنٰی چاچی نہیں آئی تھیں۔

لبنٰی خاتون زبیر کی منہ بولی چاچی تھیں اور وہ بچپن میں ان کے ساتھ ہی رہتا تھا پھر اس نے اپنا گھر خرید لیا اور یہاں لاھور میں چلا آیا۔وہ جب شاور لے کر نکلی تو دروازے پر بیل ہوئی اس نے اس بار پوچھ کے دروازہ کھولا تو سامنے لبنٰی چاچی اپنے بچوں کے ساتھ کھڑی تھیں۔

آج کا سارا دن یونہی کام کرتے اور مہمانوں کی خدمت کرتے گزر گیا مگر وہ بستر پر جاتے ہی سکون کی نیند سوئی تھی۔

لبنٰی چاچی بہت اچھی تھیں۔وہ مزاج کی سُلجھی ہوئی خاتون تھی غصّہ ان کی شخصیت

میں دور دور تک نہیں نظر آیا تھا۔ان کے بچے بھی کافی خوش اخلاق اور ملنسار تھے

علی بارہ تیرہ سال کا ایک خوش شکل لڑکا تھا جو ساتویں جماعت میں پڑھتا تھا جبکہ

شزا اس کی ہی ہم عمر تھی اور بی ایس سی کی فرسٹ ائیر کی طلبہ تھی وہ ان سے مل کر

خوش تھی شادی کے بعد وہ سب اس کے گھر دوسری بار آئے تھے۔

دوسرے روز رات کا کھانے کے وقت سب ڈائینگ ٹیبل پر بیٹھے اپنی اپنی پلیٹ پر

جھکے کھانے میں مصروف تھے تب شزا نے اُسے مخاطب کیا۔

”زارا بھابھی!! آپ کچھ زیادہ ہی کمزور نہیں ہو گئیں؟ پچھلی بار جب ہم آئے تھے

تب آپ ٹھیک ٹھاک تھیں۔“

وہ جواب طلب نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی

”کہاں کمزور ہوئی بلکہ مجھے تو لگتا ہے پہلے سے موٹی ہو گئی ہوں۔“

اس نے جھوٹ کہا وہ واقعی پہلے سے کمزور ہو گئی تھی۔

”مجھے تو لگ رہی ہیں۔ لگتا ہے زبیر بھائی آپ سے بہت کام کرواتے ہیں انھیں

ملازموں کا کام جو پسند نہیں آتا۔ خیر ایک بات پوچھوں؟"

وہ چہرے پر شرارتی مسکراہٹ سجائے زارا سے بولی

"بنا جھجک پوچھو! تمہیں مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے شزا"

وہ آخری نوالہ منہ میں ڈال کر پلیٹ کو آگے کھسکاتے ہوئے اپنے لیے گلاس میں پانی انڈیلتے ہوئے بولی۔

"آپ کو زبیر بھائی کیسے لگتے ہیں؟"

شزا پر تجسس نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے جواب کی منتظر تھی جبکہ زارا کو زبیر کا نام سُن کر اچھو لگ گیا۔

اس نے بمشکل ہی پانی کا گھونٹ حلق سے نیچے اتارا پھر گہرا سانس لینے کے بعد مختصراً بولی۔

"اچھے ہیں۔"

"صرف اچھے؟ مجھے لگا آپ کہیں گی بہت اچھے۔"

www.novelsclubb.com

اس نے مایوسی کے ساتھ زارا کی جانب دیکھتے ہوئے کہا جو اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی وہ دونوں ہم عمر تھیں لیکن اس کے مقابلے میں وہ کتنی تروتازہ اور خوبصورت نظر آرہی تھی جبکہ اس کے نین و نقش شزا سے قدرے اچھے تھے لیکن اس کا رنگ زرد پڑ گیا تھا اور آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑ گئے تھے۔

”بہت اچھے ہیں۔“ یہ کہتے ہوئے اس کے اندر درد بھر گیا تھا لیکن اس نے اس کے اپنوں کے سامنے اس کا مان رکھنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لیا۔ یہ جانتے ہوئے کہ جھوٹ بولنا گناہ ہے وہ نا چاہتے ہوئے بھی جھوٹ پر جھوٹ بول رہی تھی۔ پہلے خود سے پھر دوسروں سے کیوں کہ وہ اپنے رشتے کی حقیقت دوسروں پر عیاں نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ایک ایسا شخص جو اس پر بھروسہ نہیں کرتا تھا، اس پر ہاتھ اُٹھاتا تھا، اسے شک کی نگاہ سے دیکھتا تھا ایسے شخص کے بارے میں وہ اور کیا کہتی۔

”چپ ہو جاؤ شزا! کتنی بار سمجھاؤں کھاتے وقت یوں بات نہیں کرتے جلدی سے کھانا ختم کر کے کمرے میں جاؤ، بتایا بھی ہے کہ ہمیں صبح جلدی نکلنا ہے۔“

لبنٰی خاتون ڈپٹنے والے انداز میں بولیں۔

شزا کی پلیٹ ویسے ہی بھری تھی اس نے چند لقمے کے سوا کچھ نہیں کھایا تھا جبکہ وہ، زارا اور علی اپنا کھانا ختم کر چکے تھے۔ علی ہاتھ دھونے کے لیے اٹھتے ہی بولا

”شب بخیر سوئیٹ فیملی۔

”سیم ٹو یو!“

زارا کے ساتھ وہاں بیٹھے تمام نفوس ایک ساتھ بولے تھے۔

”زارا!! بیٹا تم ٹھیک ہو؟"

زارا کا زرد اور مرجھایا ہوا چہرہ دیکھا تو انھوں نے پوچھ لیا۔

”دیکھو بیٹا!! اگر زبیر کچھ کہے تو اس کی بات کا بُرا مت ماننا۔ وہ مزاج کا تھوڑا سخت ہے بہت جلدی غصّہ کرنے لگتا ہے بلکہ اسے سمجھنے کی کوشش کرنا۔ اس کی زندگی بچپن سے ہی کافی تلخ رہی ہیں شاید وہ اس لیے ایسا ہو گیا ہے۔

تو کیا اس کے چہرے پر چھائی اداسی لاکھ چھپانے کے باوجود بآسانی نظر آنے لگی

تھی؟اس نے سوچا اور رکی سانس ہوا کے سپرد کرتے خود کو پر سکون کرتی ان کی طرف متوجہ ہوئی۔

”جی چاچی جان! میں ٹھیک ہوں اور آپ فکر مت کریں۔میں آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔“

زارا نے یہ الفاظ بہت ہمت اور ضبط کے ساتھ ادا کیے تھے اندر سے وہ بالکل ٹوٹ گئی تھی۔صبر کرنا شاید اس کے نصیب میں لکھ دیا گیا تھا۔وہ انھیں کیا بتاتی کہ وہ زبیر کے ظلم و ستم سہنے کے باوجود اس سے آج تک یہی اُمید رکھتی ہے کہ وہ اسے سمجھے گا اور اس کا رویہ بدل جائے گا۔

”خوش رہو میری بچی!“

انھوں نے کرسی سے اُٹھ کے زارا کو گلے سے لگا لیا کچھ دیر وہ اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتی رہیں پھر اسے اپنے ساتھ لیے کمرے کے جانب چل دیں۔شزا بھی ان کے تعاقب میں چلی آئی۔

www.novelsclubb.com

ان کی فیملی دوسرے دن جانے والی تھی لبنٰی خاتون کا پیار بھرا انداز دیکھ کے اس کے دل نے یہ خواہش کی کہ کاش وہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہیں۔ آج اسے اس گھر میں خوف محسوس نہیں ہو رہا تھا کیوں کہ اتنے سارے لوگ تھے جو دل سے اسے پیار کرتے تھے کوئی دکھاوا یا غرض نہیں تھا لیکن یہ سب صرف چند دن کے لیے پھر سے وہ اسی تکلیف سے گزرتی۔ ویسی ہی کانٹوں بھری زندگی..... جس پر چلنے سے پاؤں کے ساتھ ساتھ دل بھی زخمی ہو جاتا ہے۔

زارا کی آنکھ فجر کی اذان کے وقت کھلی تھی اس نے اپنے برابر میں سوئی شزا کو دیکھا جو گہری نیند میں تھی۔

"شزا.... شزا اٹھ جاؤ!" زارا نے اسے کئی آوازیں لگائیں لیکن اسے تس سے مس نہ ہوتا دیکھ وہ بستر سے اتر کر واش روم کی سمت بڑھ گئی۔ کچھ دیر بعد وہ واپس آئی تو اس کا چہرہ پوری طرح بھیگا ہوا تھا وہ وضو کر آئی تھی۔ زارا بیڈ تک آئی جہاں شزا اب بھی گہری نیند سو رہی تھی۔

”شزا! اُٹھ جاؤ یار، نماز کا وقت نکل جائے گا، پڑھ لو پہلے پھر سو جانا۔“

اس کی آواز کو خاطر میں لائے بغیر شزا اٹھنے کے بجائے کسمساتے ہوئے کروٹ بدل کر سو گئی تو اُسے اس کی ڈھٹائی پر حیرانی ہوئی۔

اس نے اپنی محنت بے کار جاتا دیکھ کر بیڈ کے قریب رکھی میز سے پانی کا جگ اٹھایا اور جگ میں موجود پانی اُس پر انڈیل دیا۔

شزا ہڑبڑا کر اٹھ کر بیٹھ گئی اس نے تسلی کے لیے ادھر اُدھر نگاہیں دوڑائیں کہ کہیں سیلاب تو نہیں آگیا لیکن اپنے سامنے کھڑی زارا کے ہاتھ میں خالی جگ دیکھ کر ہوش کی دنیا میں لوٹ آئی۔

”زارا بھابھی! آپ نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا۔“ اس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر سب سے پہلے شکر ادا کیا اور زارا کو غصے سے گھورتے ہوئے بولی۔

”یہ دیکھیں کیا کیا آپ نے؟“ پھر اپنے گیلے کپڑے کو دیکھ کر اس نے انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے منہ بنا کر پوچھا۔

www.novelsclubb.com

"سوری! میں کب سے تمہیں اٹھا رہی تھی۔ نماز کا وقت نکل جاتا؟" زارا کی وضاحت سن کر وہ روہانسی ہو گئی۔

"یہ صبح اتنی جلدی کیوں ہو جاتی ہے آخر۔ ابھی تو آنکھ لگی تھی میری۔"

وہ جمائی لے کر اپنی مندی آنکھوں کو رگڑتے ہوئے دکھی انداز میں کہتی اٹھ گئی۔

"کتنی سُست ہو یار تم! ڈرامے بند کرو اور جلدی سے کپڑے بدل کر آؤ۔" زارا حاکمانہ انداز میں کہتے ہوئے جائے نماز بچھا چکی تھی۔

شرزا نماز ادا کرتے ہی سُو گئی تھی اور زارا تلاوت کر کے کچن میں آگئی تھی۔ اسے سب کے لیے ناشتہ تیار کرنا تھا وہ لوگ صبح نکلنے والے تھے تو ناشتہ بھی جلدی کرتے۔

"ارے زارا بیٹا! تم اتنی صبح صبح یہاں کیا کر رہی ہو؟"

لبنٰی خاتون جیسے ہی کچن میں داخل ہوئیں اُسے کچن میں کھڑی کام کرتے دیکھ کر بولیں۔

”کچھ نہیں چاچی جان.....بس آپ سب کے لیے ناشتہ تیار کررہی تھی، آپ کو کچھ چاہیے تھا؟"آٹا گوندھتی زارا انھیں کچن میں دیکھ کے مسکراتے ہوئے پوچھنے لگی۔

”بیٹا پیاس لگی تھی تو پانی لینے آئی تھی۔" انھوں نے اپنے آنے کے مقصد سے آگاہ کیا تو وہ شرمندہ ہوگئی۔

”سوری چاچی جان! میں کل جلدی جلدی میں آپ کے کمرے میں پانی کا جگ رکھنا ہی بھول گئی۔“

”کوئی بات نہیں بیٹا!" کل سے تم ہماری خدمتوں میں لگی ہو میں خود ہی آگئی اس میں کونسی بڑی بات ہے۔اور تم ابھی یہ کام کیوں کررہی ہو؟ جاو جاکر سو جاؤں! اپنی نیند خراب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔یہ دونوں دیر سے اُٹھتے ہیں ۔“

”آپ فکر مت کریں چاچی جان! مجھے عادت ہے، ویسے بھی میں زبیر کے لیے روز

صبح سویرے ہی ناشتہ تیار کرتی ہوں۔‘‘

مہمان کچھ بھی کہے میزبان کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہونا چاہیے اس نے بھی جلدی جلدی ہاتھ چلاتے ہوئے انھیں بتایا تو وہ آگے بڑھ کر اس کا ماتھا چومتے ہوئے دعائیں دینے لگیں اور پانی کا جگ لیے واپس کمرے میں چلی گئیں۔

شزا نو بجے کے قریب اُٹھی تھی جبکہ علی ابھی باہر سے چہل قدمی کر کے آیا تھا۔

زارا تب تک ٹیبل پر ناشتے میں موجود سارے لوازمات کو کھانے کی میز پر سجا چکی تھی۔ شزا کے اٹھتے ہی سب نے مل کر ناشتہ کیا۔ پھر کچھ دیر بات چیت کرنے کے بعد وہ لوگ ایئرپورٹ کے لیے نکل گئے ان کی فلائٹ ٹائمنگ دوپہر بارہ بجے تھی اس لیے انھیں جلدی نکلنا پڑا۔

لبنیٰ چاچی کی فیملی کے علاوہ زارا اب تک زبیر کے کسی جاننے والے یار شتے دار سے نہیں ملی تھی اور نہ ہی زبیر کے گھر والوں کے بارے میں جانتی تھی۔

ان کے جاتے ہی زارا کو تنہائی کا شدت سے احساس ہو رہا تھا۔ وہ گھر میں بالکل اکیلی

رہ گئی تھی۔

کھڑکی اس کے لیے کتھارسس کا روپ اختیار کرتی جا رہی تھی جہاں وہ زبیر کی غیر موجودگی میں بیٹھ کر باہر کی ہر چیز کو آس بھری نظروں سے دیکھتی تھی۔ ہر منظر زندگی کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ وہاں لگے درخت، تیز ہوا کے باعث جھولتی شاخیں، کھیلتے کودتے بچے ہر شے زندگی سے بھرپور تھی لیکن آج یہ سب بھی اس کے اندر کی اداسی اور محرومی کو کم کرنے کی بجائے بڑھا رہے تھے۔ لبنیٰ خاتون کا پیار اُسے رہ رہ کر یاد آ رہا تھا۔ اتنے کم وقت میں بھی وہ ان کے پیار اور شفقت بھرے لمس سے اتنی مانوس ہو گئی تھی کہ اب ان کی شدت سے کمی محسوس ہو رہی تھی۔

کاش وہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہتیں اور کبھی اسے چھوڑ کر نہیں جاتیں تو اسے ماں کا پیار مل جاتا لیکن خواہشیں ساری کہاں پوری ہوتی ہیں کچھ ادھوری رہ جاتی ہیں۔

اس نے ایک طویل سانس لے کر اپنے اندر سُکون اتارنے کی ناکام کوشش کی پھر اٹھ کر ہال میں چلی آئی۔ قریب پڑے اخبار کو کھول کے ابھی چند سطور ہی پڑھے

www.novelsclubb.com

تھے کہ دروازے پر بیل ہوئی۔

"ایک......دو......اور پھر کئی بار۔

لیکن اس نے دروازہ نہیں کھولا

تقریباً گیارہ بجے کا وقت تھا۔ پچھلے دو تین دن سے وہ اپنے نئے ہمسائے سے شدید پریشان تھی۔

اس لیے وہ سن کر بھی ڈھیٹوں کی طرح بیٹھی رہی۔اس نے سوچا جب دروازہ نہیں کھولے گی تو وہ خود ہی تنگ آ کر چلا جائے گا۔پہلے ہی وہ اداس تھی مزید کوئی بحث و مباحثہ کرنا نہیں چاہتی تھی۔

لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔آنے والا مستقل مزاجی کا ثبوت دیتے ہوئے بیل پر ہاتھ رکھ کر بھول گیا تھا۔

زارا اپنا ارادہ ترک کر کے اٹھ گئی اور تیز قدموں سے چلتی دروازے تک آئی اور دروازہ کھول دیا۔

”تمہیں ایک بار میں بات سمجھ نہیں آتی ہے جو روز روز مجھے پریشان.....“

جیسے ہی دروازہ کھولا اس کی آواز حلق میں اٹک گئی اور وہ بت بنے اسے دیکھنے لگی۔

سامنے کھڑا زبیر غصے سے لال بھبوکا ہو رہا تھا۔

”یہ کیا بکواس ہے؟ کب سے بیل پر بیل دیے جا رہا ہوں سنائی نہیں دیتا تمہیں،

کہاں مری پڑی تھی تم؟ اب ہٹو یہاں سے!“

ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہتا ہوا وہ آگے بڑھ گیا تھا۔

”وہ میں....“ ذہن میں الفاظ ترتیب دینے کے باوجود بھی اسے کچھ سمجھ نہیں آیا

کہ کیا جواب دے وہ تو شکر تھا کہ زبیر ہال میں موجود صوفے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

اس نے تیز قدموں سے کچن کی رخ کیا اور پانی کا گلاس لیے حاضر ہوئی۔

”پانی“

وہ صوفے پر بیٹھا ہوا کف کے بٹن کھول رہا تھا اس نے نظر اُٹھا کر سامنے کھڑی زارا

کو دیکھا جس کے چہرے پر خوف اور اداسی رقم تھی۔اس نے بنا کچھ کہے اس کے

ہاتھ سے پانی کا گلاس لے کے گھونٹ بھرے اور خالی گلاس سامنے میز پر رکھ دی۔

"تم دروازہ کیوں نہیں کھول رہی تھی؟"

وہ گلاس لیے وہاں سے جانے لگی کہ زبیر کا سوال نے اس کی دھڑکنوں کو بڑھا دیا، پتا نہیں وہ آگے کیا سوچ رہا تھا۔

"مجھے لگا کہ....."

زارا نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"کیا لگا تمہیں؟" فوراً سے پیشتر پوچھا گیا۔

"وہ.....مجھے لگا بچے ہوں گے۔"

کبھی کبھار دوسروں کے تلخ رویے ہمیں بے بسی کی انتہا کو پہنچا دیتے ہیں کہ ہمارے پاس جھوٹ بولنے کے علاوہ دوسرا کوئی آپشن نہیں بچتا۔ وہ سچ بولنا چاہتی تھی لیکن زبیر کے شکی مزاج نے اسے چند ماہ میں جھوٹا بنا کر رکھ دیا تھا۔ اگر وہ سچ بتاتی تو زبیر کو کہیں نہ کہیں اس کی ہی غلطی نظر آتی۔

محبت، عزت، بھروسہ، مان کسی بھی رشتے کی بنیادیں ہیں جب رشتوں پر سے بھروسہ اٹھ جائے تو وہ اتنا کمزور ہو جاتا ہے جتنا ریت سے بنائے گئے گھروندے ہوتے ہیں اور میاں بیوی کا رشتہ تو خاص کر اس پر ہی ٹکا ہوتا ہے اگر دونوں کے درمیان محبت اور بھروسہ نہ ہو تو ان کا رشتہ زمین بوس ہو جاتا ہے۔ زبیر کو اس پر یقین نہیں تھا لیکن وہ اس کھوکھلے رشتے کو نبھا رہی تھی۔

"اچھا! چھوڑو، بیٹھو یہاں۔"

زبیر نے مزید تفتیش کرنے کی بجائے اسے بیٹھنے کا کہا تو وہ خاموشی کے بیٹھ گئی۔

"یہ میں تمہارے لیے لایا تھا۔"

زبیر صوفے پر رکھیں شاپنگ بیگ کو اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا تو زارا اس کے چہرے کو بغور دیکھنے لگی کچھ دیر پہلے والا غصہ کہیں غائب ہو گیا تھا۔ وہ بالکل نارمل نظر آ رہا تھا۔

"کھول کر دیکھو!"

اسے خود کو تکتا دیکھ کر اس نے کھول کے دیکھنے کو کہا تو زارا اس کے ہاتھ سے بیگ لے دیکھنے لگی۔اس میں پستہ کلر کا ایک نفیس سا جوڑا تھا اور اس سے میچنگ جیولری اور چوڑیاں تھیں۔

"یہ کپڑے اور اس سے میچنگ کی چیزیں ہیں۔دراصل آج رات میرے ایک دوست نے شادی کی خوشی میں ایک تقریب رکھی ہے۔اس نے آنے کے لیے اصرار کیا ہے تو میں منع نہیں کر سکا۔تم رات میں تیار ہو جانا، تمہیں بھی میرے ساتھ چلنا ہے۔"

شادی کے بعد آج تک وہ اس چار دیواری میں قید تھی۔وہ نہ تو اسے کہیں اپنے ساتھ لے جاتا تھا اور نہ کوئی اس کے گھر کوئی آتا جاتا تھا۔

یہ پہلا موقع تھا جب وہ اسے کسی تقریب میں ساتھ چلنے کا کہہ رہا تھا جسے وہ سن کر خوش ہو گئی تھی۔

لیکن خوش ہونے کے باوجود وہ اس کی موجودگی میں مسکرا بھی نہ سکی۔

یہ احساس کسی قدر خوبصورت ہوتا ہے کہ آپ سے جڑے رشتے آپ کو اہمیت دیتے ہیں پھر دل خوشیوں کی وادی میں جیسے کھو جاتا ہے اور زارا تو اندھیروں میں گُم اُس چاند کے مانند تھی جو دوسروں کو اپنے وجود سے روشنی تو دیتا ہے لیکن جب بادل اسے اپنے پیچھے چھپا دے تو چاہنے کے باوجود بھی اس کی روشنی زمین تک نہیں پہنچتی جب تک وہ بادل ہٹ نہ جائے۔ وہ اسی انتظار میں تھی لیکن انتظار کی سولی پر لٹکنا کافی کٹھن ہوتا ہے۔ گھڑی پر سست رفتاری سے چلتی سوئیوں کی مسافت اس کے حصے میں آئی تھی۔

اس کے پاس بس اُمیدیں تھیں ایسی امیدیں جو بندہ صرف اللہ سے رکھتا ہے کیوں کہ جب ایک انسان کی ساری اُمیدیں اللہ سے وابستہ ہوتی ہیں تو وہ چھوٹی سی خوشی بھی بڑی معلوم ہوتی ہیں اور وہ شکر کرنے لگتا ہے۔ سب سے بہترین تعلق اللہ اور بندے کے درمیان ہوتا ہے جب بندہ خود کو اپنے خالق کے فیصلے پر چھوڑ دیتا ہے تو اسے شکوہ شکایت کی بجائے اس پر کامل یقین رکھنا چاہیے۔

اللہ اپنے صابر بندوں کو ایسی ایسی نعمتوں سے نوازتا ہے جس کا وہ کبھی گمان بھی نہیں کر سکتا ہے لیکن آزمائش سے بھی انھیں ہی گزرنا پڑتا ہے۔اسے بھی اس امتحان سے گزرنا تھا۔

”زبیر نے یہ سب کچھ میرے لیے خود خریدا ہے۔کیا ان کے دل میں اہمیت پیدا ہو رہی ہے اگر ایسا ہے تو میں گزشتہ دنوں کی تمام باتیں بھلا دوں گی۔بھول جاؤں گی کہ کبھی ان کا رویہ میرے ساتھ تلخ تھا۔میں اپنی محبت سے اپنے بکھرے رشتے کو سمیٹ لوں گی۔

اس نے دل میں سوچا۔

”تم اب تک یہیں بیٹھی ہو۔کچھ کھانے کے لیے بنایا ہے تو لے آؤ، بھوک لگی ہے مجھے۔“

اُس نے زارا کو گم صم دیکھ کر کہا تو وہ سر اثبات میں ہلاتی وہاں سے اٹھ گئی۔

سامنے بیٹھا شخص اس کے لیے ایک پہیلی تھا۔پتا نہیں وہ ایسا کیوں تھا؟ایسا کیا تھا

جس نے اسے اتنا سنگ دل بنا دیا تھا۔

★★★★★

آج کام والی نہیں آئی تھی اس لیے کچن میں کھڑی وہ برتن دھو رہی تھی۔

"مما مجھ سے یہ کام نہیں ہوتے؟" دو چار پلیٹ صاف کرنے کے بعد عائشہ نے پلیٹ کو پٹکنے کے انداز میں رکھتے ہوئے چیخ کر کہا۔

عائشہ ندا نعیم کی پہلی اولاد تھی۔ جسے گھر کے کام میں کوئی دلچسپی نہیں تھی بلکہ وہ کام اس کے نزدیک کسی عذاب سے کم نہیں تھے۔

"کیوں نہیں ہوتے؟ دوستوں سے سارا سارا دن بیٹھ کر گپیں ہانکنے میں تو تمہیں بڑا مزہ آتا ہے اور گھر کے کام تم سے نہیں ہوتے۔"

نداخاتون کچن میں پانی پینے آئی تھیں اپنی بیٹی کے تیور دیکھ کر طنزیہ بولیں۔

"ہاں تو کیوں کروں میں کوئی کام؟ کس قدر گندا کام ہے یہ۔" اس نے اپنے ہاتھوں پر لگی چکنائی کو دیکھ کر تقریباً روتے ہوئے کہا، کچھ دن پہلے ہی وہ مینو کیور کروا کے

www.novelsclubb.com

آئی تھی۔

"زارا بھی تو سارے کام اکیلے ہی کرتی تھی مجال ہے جو اُس نے کبھی ایک لفظ بھی کہا ہو اور تمہیں صرف ایک دن کرنے کیا پڑ گئے تمہارے نخرے ہی ختم نہیں ہو رہے۔" انھوں نے ہر ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ انھوں نے بے دھیانی میں زارا کا ذکر کیا۔ جس کا وجود ان کی آنکھوں میں کھٹکتا تھا۔

"ہاں تو کرواتی نا اسی سے۔ کیوں شادی کردی اُس کی۔

کام والی سے تو ڈھنگ سے کچھ ہوتا ہی نہیں ہے اوپر سے چھٹی کر لیتی ہے۔ یہ فضول کام میں بالکل بھی نہیں کروں گی آپ ہی کریں اسے، میں جا رہی ہوں۔"

عائشہ پلیٹ کو زور سے سنک میں پٹکتی بڑابڑاتے ہوئے کچن سے نکل گئی۔

نداخاتون بیٹی کی بات سن کر صدمہ پہنچا۔ جس اولاد کی عیش و آرام کی زندگی کے لیے انھوں نے ایک یتیم کا حق مارا تھا آج وہی اولاد زبان درازی پر اتر آئی تھی۔

انھوں نے ایک معصوم اور یتیم بچی کا حق مارا تھا۔ دولت کی ہوس نے انھیں اندھا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کر دیا تھا اور جس کے لیے یہ سب کیا تھا وہی ان کی عزت نہیں کر رہی تھی۔

آج عائشہ ان پر چلا کر گئی تھی۔کل کو ظفر اور لائبہ بھی اس کے نقش قدم پر چلنے لگتے تب بھی وہ کیا کر سکتی تھیں۔چالاکیاں چھوڑ کر اگر وہ اپنا دماغ ان کی اچھی تربیت میں لگاتیں تو آج یہ دن دیکھنا نہیں پڑتا۔

سوچوں کی گرداب میں پھنسی وہ سنک میں پڑے برتنوں کو صاف کرنے لگیں۔

عائشہ ضدی تھی اور ان کے ہی لاڈ پیار نے اسے خود سر بنا دیا تھا۔وہ جانتی تھیں وہ جس بات سے انکار کر دیں پھر کوئی اس کے سامنے اپنی ناک رگڑ لے تب بھی اس کی نہ کو ہاں میں نہیں بدل سکتا۔

★★★★★

نماز پڑھ کے وہ کپڑے استری کرنے لگی۔

کام کی تھکاوٹ تو تھی لیکن دوسری طرف زبیر کے ساتھ شادی کے اتنے دنوں بعد باہر جانے کی خوشی بھی تھی۔زارا تھوڑی نروس تھی۔یہ پہلا موقع تھا جب زبیر

اسے اپنے ساتھ کہیں باہر لے جانے والا تھا۔شادی سے پہلے پھوپھی کے ساتھ پھر بھی کہیں نہ کہیں چلی جایا کرتی تھی لیکن یہاں آنے کے بعد وہ نظر بند ہو کے رہ گئی تھی۔

وہ تیار ہو کر زبیر کا انتظار کر رہی تھی۔رات کے نو بجنے کو تھے لیکن زبیر کا کوئی اتا پتا نہیں تھا۔نا جانے وہ دوپہر سے کہاں غائب تھا۔

اس نے وہی جوڑا پہن رکھا تھا جو زبیر اس کے لیے لے کر آیا تھا۔چوڑیاں اور ہلکے پھلکے میک اپ میں وہ بہت پیاری اور معصوم لگ رہی تھی۔

وہ تیار ہو کر کتنے ہی گھنٹے اس کا انتظار کرتی رہی۔

ساڑھے نو بجے کے قریب جب وہ آیا تو آتے ہی شاور لینے چلا گیا تھا۔وہ خاص اس کے لیے تیار ہوئی تھی لیکن اس نے زارا کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی زحمت نہیں کی تھی۔

زارا کے دل نے یہ خواہش کی کہ وہ اسے سراہے لیکن ایسا نہیں ہوا تھا زبیر نے تیار

ہوتے ہی اسے چلنے کا حکم دیا تھا۔

اس نے ایک گہرا سانس لیا اور اس کے ساتھ آکر کار میں بیٹھ گئی۔ وہ چاہنے جانے کے خواب دیکھ رہی تھی جو نا جانے پورے ہوتے بھی یا نہیں۔

یہ سچ ہے کہ آنکھیں خواب دیکھ سکتی ہیں لیکن دیکھے گئے خوابوں کو حقیقت کا روپ دھارنے میں بھی کبھی کبھار قسمت کا عمل دخل ہوتا ہے اور زارا اس معاملے میں بد قسمت ٹھہری تھی۔

★★★★★

وہ اپنے کمرے میں لائٹ بند کیے صوفے پر بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ پورے کمرے میں سوائے ٹی وی لائٹ کے اور کوئی روشنی نہ تھی۔ رف سے حلیے میں ایک ٹانگ صوفے کے نیچے اور ایک صوفے پر فولڈ کیے میچ دیکھنے میں مگن تھا جب اس کے موبائل پر رِنگ ہوئی۔ اس نے نمبر دیکھے بغیر ہی کال کاٹ دی اور اپنا سارا دھیان ٹی وی پر لگا دیا۔

جب دوبارہ سے بیل کی آواز آئی تو اس سے ہاتھ بڑھا کر میز سے ریموٹ لے کر ٹی وی کا والیم بند کر دیا اور ہاتھ میں پکڑے پاپ کارن سے بھرے پیالے کو میز پر رکھنے کے بعد کال اٹھالی۔

کال پر کافی دیر تک بات چلتی رہی پھر اس نے الوداعی کلمات کے ساتھ فون بند کر دیا

اور اپنی جگہ بیٹھ کر سر صوفے کی پشت سے لگاتے ہوئے کچھ سوچنے لگا۔

وہ اتنے عرصے بعد اپنی ماموں زاد سے ملنے والا تھا۔ پاکستان میں مقیم خالہ کا نمبر ملتے ہی اس نے سب سے پہلے ان لوگوں سے رابطہ کیا تھا کتنی عجیب اور نک چڑھی لڑکی تھی وہ۔ جس نے اتنے دنوں میں ایک بار بھی اس سے بات نہیں کی تھی۔ آئیر پورٹ میں اگر ان کا سامان گم نہ ہوتا تو وہ بآسانی اس سے رابطے میں رہ سکتا تھا۔ خالہ جان سے رابطے کی پہلی کڑی جڑی تو سب سے پہلے اسے ماموں جان کی وفات کی خبر ملی تھی۔ ان دنوں وہ لوگ جس طرح کے حالات کا سامنا کر رہے تھے اس

افسوسناک خبر نے دہلا دیا تھا۔بھائی کی موت کا سن کر اس کی مما کا برا حال تھا اس کے لیے انھیں سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا۔پھر ایسے حالات بنے کہ بہت کوشش کے باوجود بھی وہ پاکستان نہیں آ سکا۔لیکن ان چار سالوں کے ٹیلی فونک رابطے میں زارا کی طرف سے کوئی مثبت رویہ نہ پا کر وہ حیران ہوا تھا۔

★★★★★

جب وہ دونوں پارٹی میں پہنچے تو کافی دیر ہو گئی تھی۔زبیر کے کولیک اُس کا انتظار کر رہے تھے۔ان دونوں کو دیکھ کر اس کے چند دوست خوش اخلاقی سے ملے تھے ۔وہاں موجود تمام لوگ اپنی اپنی فیملی کے ساتھ آئے ہوئے تھے۔

www.novelsclubb.com

زارا راستے میں یہاں کے بارے میں ہی سوچتی رہی تھی لیکن دوسری عورتوں کو دیکھ کر مطمئن ہو گئی تھی۔اس کا ڈر کافی حد تک کم ہو گیا تھا وہ اکیلی لڑکی نہیں تھی جسے اس پارٹی میں مدعو کیا گیا تھا۔زبیر اسے کچھ دیر میں آتا ہوں کہہ کر اپنے کسی دوست سے ملنے پتا نہیں کہاں چلا گیا تھا۔

ایک چالیس پینتالیس سال کے قریب آدمی سگریٹ کے کش لگاتے ہوئے ناجانے کب سے اُسے ہی گھور رہا تھا۔

وہ وہاں سے ہٹ کر کچھ دور جاکر کھڑی ہوگئی اور زبیر کا انتظار کرنے لگی۔

سگریٹ ختم ہوتے ہی اس نے دوبارہ سگریٹ سلگالیا اور تنہا کھڑی زارا کی سمت بڑھ گیا۔

یہ وہ واحد آدمی تھا جو پوری پارٹی میں الگ تھلگ نظر آرہا تھا۔ باقی تمام افراد اپنی فیملی کے ساتھ آئے تھے لیکن جب زبیر نے اس کا تعارف کروایا تو اس کے ساتھ اس کی بیوی نہیں تھی۔

اس کے چہرے پر سجی مسکراہٹ کو دیکھ کر زارا کا دل کیا کہ وہ کہیں چھپ جائے ۔عورت خود پر اٹھنے والی غلط نظر کو منٹوں میں پہچان جاتی ہے اس کی حس اسے باور کروادیتی ہے کہ کون اسے بری نظر رکھتا ہے اور کون اس کی عزت کرتا ہے۔ زارا نے پہلو بدلا زبیر ناجانے کہاں چلا گیا تھا۔ ویسے تو وہ اُسے ایک منٹ کے لیے تنہا

نہیں چھوڑتا تھا۔

''ہیلو! کیسی ہیں؟'' وہ یہی سوچ رہی تھی جب وہ اس کے قریب کھڑا پوچھ رہا تھا۔ سگریٹ کے دھواں نے زارا کو کھانسنے پر مجبور کر دیا۔اُس نے کھانستے ہوئے منہ پر ہاتھ رکھا۔

''اوہ سوری!"سامنے کھڑے آدمی نے معذرت خواہانہ انداز میں کہتے اپنے ہاتھ میں پکڑے اس سگریٹ کو زمین پر پھینک کر پاؤں سے مسل دیا۔

''آپ زبیر کی وائف ہیں؟

ویسے یقین نہیں آتا زبیر جیسے بندے کی اتنی خوبصورت بیوی بھی ہو سکتی ہے اس سے مجھ سے ملوایا بھی نہیں تو میں نے سوچا خود ہی آپ سے ملاقات کر لوں۔''اس نے خباثت سے مسکراتے ہوئے کہا تو زارا کو ٹھنڈے پسینے آنے لگے۔اُس نے درود پاک کا ورد کرتے تیزی سے وہاں سے نکل جانا چاہا مگر تب تک وہ آدمی ڈھٹائی سے اس کے راستے میں حائل ہو گیا تھا۔

زارا کا پورا جسم کپکپانے لگا تھا بڑی مشکل سے وہ اپنے خوف پر قابو پاتے ہوئے ایک جھٹکے سے دوسری سائیڈ سے وہاں سے نکل گئی۔

"رک جائیں نا۔ ہم میں کون سے کانٹے لگے ہیں۔ کچھ دیر ہم سے بھی بات کر لیں۔" دو چار قدم ہی آگے گئی تھی لیکن اس خبیث انسان نے پیچھے سے اس کی کلائی پکڑ کر اسے جانے سے روک دیا تھا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" زارا نے تقریباً چلا کر کہتے ہوئے اپنا ہاتھ کھینچ لیا لیکن وہ اتنی جلدی اپنی حرکت سے باز نہیں آنے والا تھا۔

"ارے آپ ڈر کیوں رہی ہیں؟" زارا کی حالت دیکھ کر وہ محظوظ ہوا تھا اس کی شیطانی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی تھی۔ وہاں آس پاس بات کرتے لوگ یہ تماشہ دیکھ رہے تھے لیکن ان میں سے کسی نے بھی دخل اندازی کرنے کی زحمت نہیں کی۔ لوگوں کی خود پر اٹھتی معنی خیز نظروں سے بچنے کے لیے وہ تقریباً دوڑتی ہوئی باہر کی جانب بڑھ گئی اور سامنے سے آتے زبیر سے ٹکرا گئی۔

اسے اس طرح دیکھ کے زبیر اپنے دوست سے معذرت کی اور اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔وہ پریشانی سے اپنے لب کاٹ رہی تھی۔

"کیا ہوا؟تم اتنی ڈری ہوئی کیوں ہو اور اس طرح بھاگ کیوں رہی تھی؟"

"مجھے گھر جانا ہے۔"اس کے پوچھنے پر زارا نے بس اتنا ہی کہا۔

"کیوں ابھی تو آئیں ہیں ہم رکو کچھ دیر میں چلیں گے؟"

زبیر اسے بتا رہا تھا یا پوچھ رہا تھا۔اس کشمکش میں اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

پھر اسے اپنے ساتھ لیے آگے بڑھنے لگا تبھی ایک آدمی اس کے قریب آ کر رکا۔

زبیر کے ساتھ کھڑی زارا پر ایک سرسری نگاہ ڈالنے کے بعد وہ اس سے مخاطب ہوا۔

"ارے زبیر تم کہاں چلے گئے تھے۔تمہاری بیوی اکیلے ڈر رہی تھیں شاید۔"

اس بار اس کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ نہیں تھی بلکہ وہ بے حد سنجیدگی سے بولا تھا۔اس کے حرکتوں نے ہی اسے خوف زدہ کیا تھا۔

"زارا!" زبیر نے اس کا نام دہرایا۔ وہ اس کے چہرے پر خوف اور گھبراہٹ دیکھ چکا تھا۔ کسی نے اس سے کچھ کہا تھا یا وہ یونہی ڈر گئی تھی وہ اندازہ نہیں لگا پایا پھر سامنے کھڑے شخص سے مخاطب ہوا۔

"جی وہ کبھی اس طرح کسی تقریب میں نہیں آئی تھی۔ میری غیر موجودگی میں پریشان ہو گئی ہو گی۔

شاید اس لیے۔"

"اچھا! سامنے کھڑے دراز قد، چوڑے جسامت کے حامل شخص نے اچھا کو لمبا کھینچتے ہوئے کہا اور سگریٹ منہ تک لے جا کر اس کے کش لیے۔

کچھ دیر پہلے زارا سے بات کرتے اس نے سگریٹ کو پھینک کر پاؤں سے مسل دیا تھا۔ اس وقت اس کے ہاتھوں میں سگریٹ دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس کا عادی تھا۔

"ایک بات کہوں اگر بُرا نہ لگے تو؟"

"جی بالکل پوچھیں جمشید صاحب!"

آپ اس طرح کہہ کر مجھے شرمندہ مت کریں۔

زبیر نے مودبانہ انداز میں کہا۔

"زبیر! تم نے شادی کرلی اور ہمیں بتایا تک نہیں۔"

جمشید نے شکوہ آمیز لہجے سے ان دونوں پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"شادی اتنی جلد بازی میں اور اتنی سادگی سے ہوئی کسی کو بتانے کا موقع ہی نہیں ملا

۔پھر میں نے سوچا ولیمہ میں سب کو بلالوں گا۔

"کیوں زارا؟"

www.novelsclubb.com

اس نے جمشید کے ساتھ اپنی گفتگو میں زارا کو بھی شامل کیا جو اس کے پہلو میں کھڑی تھی۔اس نے اثبات میں سر ہلادیا۔جمشید جو زبیر کا کوئی عزیز معلوم ہوتا تھا ۔زبیر سے گفتگو کے دوران وہ مسلسل اسے ہی دیکھ رہا تھا اور وہ اس کی نظروں بچنے کے لیے وہاں سے اوجھل ہو جانا چاہتی تھی۔

"چلو ٹھیک ہے پھر تو میں ضرور آؤں گا۔ تم واقعی بہت خوش قسمت ہو، تمہیں اتنی خوبصورت بیوی ملی ہے۔"

وہ زبیر سے مصافحے کے دوران ہنستے ہوئے بولا اور وہاں سے چلا گیا۔

زبیر کو اس کا اس طرح زارا کی تعریف کرنا اچھا نہیں لگا لیکن وہ ضبط کر گیا۔ وہ دونوں کچھ دیر وہاں رُکنے کے بعد گھر واپس آ گئے تھے۔

زبیر کپڑے تبدیل کرنے کے بعد جب کمرے میں آیا تو زارا کو روتے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

"اب تم رُو کیوں رہی ہو؟" وہ بیڈ تک آیا تھا اور بائیں سائیڈ بیٹھ کر گھڑی اتارتے ہوئے پوچھنے لگا

"و۔۔۔و۔۔۔وہ کک۔۔۔کچھ نہیں۔"

زارا دونوں ہاتھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

"ہمم۔ لائٹ بند کر دو مجھے نیند آ رہی ہے۔"

اس نے گھڑی اتار کر میز پر رکھتے ہوئے اسے لائٹ بند کرنے کا کہا تو زارا اپنی چوڑیوں کو ڈبے میں رکھ کر لائٹ بند کرنے کے لیے اٹھ گئی۔

"سُنو.....!"

"جی..!!" زارا نے فوراً کہا۔

"تم پارٹی میں اس طرح بھاگ کیوں رہی تھی۔ جمشید بھائی کہہ رہے تھے تم ڈر گئی تھی؟" اس نے کچھ سوچتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"وہ....وہ میں اکیلی کھڑی تھی تو وہاں سب مجھے ہی گھور رہے تھے اس لیے میں ڈر گئی تھی۔"

اس نے سچ بتانے کے بجائے آدھی بات گول کر دی۔ وہ اب جمشید سے ملتی نہیں اس لیے اس نے گزری باتوں کو بھول جانا چاہا۔ وہ نہیں چاہتی تھی زبیر غصے میں کچھ غلط کر جائے۔

"کیوں ڈر کیوں گئی تھی تم بھی حد کرتی ہو۔ وہاں سب کے سب انسان ہی

تھے۔ اچھا اب لائٹ بند کر دو، مجھے نیند آرہی ہے۔"

وہ سر جھٹک کر کہتا سونے کے لیے لیٹ گیا۔ ★★★★★

لاونج میں لگا فون بجے چلے جا رہا تھا مگر کسی نے اٹھانے کی زحمت نہیں کی تھی۔ آخر کار ندا خاتون کو لاؤنج میں آنا پڑا۔

"کب سے بیل بج رہی ہے لیکن مجال ہے کوئی اپنے کمروں سے نکل جائے۔"

انھوں نے بڑبڑاتے ہوئے ریسیور کان سے لگا لیا لیکن فون سنتے ہی ان کی بے زاری پل بھر میں مسکراہٹ میں بدل گئی۔ کچھ دیر بات کرنے کے بعد وہ فون رکھ کر عائشہ کو آواز لگانے لگیں جو اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھی پیر کی انگلیوں پر نیل پینٹ کا آخری کوٹ لگانے میں مصروف تھی۔ اس نے ماں کی آواز سن کر بھی ان سنا کر دی اور وہیں بیٹھی ناخنوں کی تراش خراش میں لگی رہی۔

ندا خاتون خود ہی آواز دیتی اس کے کمرے میں پہنچیں اور اسے بیڈ پر دراز دیکھ کر ایک دم سے پھٹ پڑیں۔

www.novelsclubb.com

”میں کب سے تمہیں آواز لگا رہی ہوں مگر مجال ہے تم کوئی جواب ہی دے دو۔

ماں کی بات کو نظر انداز کر کے تم یہاں پڑی آرام فرما رہی ہو۔ تمہاری انہی حرکتوں

کی وجہ سے میں سخت پریشان ہوں عائشہ!

اللہ ایسی نافرمان اولاد کسی کو نہ دے۔“

دوسروں پر ظلم و ستم کرنے والی اپنی اولاد کی نافرمانی کا رونا رو رہی تھیں۔

”آپ کو تو ہمیشہ مجھ میں ہی بُرائیاں نظر آتی ہیں مما۔“ عائشہ خفگی سے کہتے ہوئے

اٹھ گئی۔

البتہ ندا خاتون اس کی بات سن کر اسے افسوس کے ساتھ دیکھنے لگیں۔ اس سے کچھ

کہنا ہی فضول تھا۔

”اچھا سنو! زیان کا فون آیا تھا، ایک دو دن میں یہاں پہنچ جائے گا۔“

انھوں نے خوشگوار انداز میں زیان کے آنے کی خبر دی تو عائشہ نے ماں کے خوشی

سے کھلتے چہرے کی اور دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"تو.... آرہا ہے تو آتا رہا اور اس میں خوش ہونے والی کونسی بات ہے مما؟ وہ کونسا ہم سے ملنے آتا رہا ہے۔ بیرون ملک جا کے اسے یہ یاد ہی نہیں رہا کہ ہم سے کوئی رشتہ بھی ہے اور اب اتنے سالوں بعد رابطہ ہوا ہے تو اس نے کبھی ہم سے بات کرنے میں دلچسپی نہیں دکھائی۔ نا جانے کس بات کا غرور ہے۔" وہ جلے کٹے انداز میں بولتی رہی۔ زیان کا ذکر سن کر اس کا اچھا خاصا موڈ آف ہو گیا تھا۔

"عائشہ!" بیٹی کی بے زاری اور تیور دیکھ کر ندا خاتون نے اسے ڈپٹا۔ وہ کیا کچھ سوچ کر بیٹھی تھیں مگر اس کے تو مزاج ہی نہیں مل رہے تھے۔

"اس میں جھوٹ کیا ہے مما! سچ ہی تو کہہ رہی ہوں وہ فون پر بھی زارا کا پوچھتا رہا ہے۔" اس نے غصے سے کہا۔

"وہ تمہارا بھی کزن ہے عائشہ اور اس کے لیے تم سب بھی اتنی ہی اہم ہو جتنی زارا ہے۔

وہ اتنے سالوں بعد ہم سے ملنے آرہا ہے اور تم اس طرح کی باتیں کر رہی ہو۔ بہت

افسوس کی بات ہے۔"

زیان ملک ان کا اکلوتا بھانجا تھا ان کی بڑی بہن حلیمہ ملک کا بیٹا۔

اپنی بہن کی طرف سے اچانک رابطہ ختم ہونے کی وجہ سے وہ مایوس ہو گئی تھیں لیکن جب دوبارہ سے ان کی طرف سے رابطہ ہوا تو ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔

ایک پڑھا لکھا ویل سیٹلڈ لڑکا وہ بیٹی کی نادانی کی وجہ سے ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتی تھیں۔جب سے انھیں پتا چلا تھا کہ ان کی بہن مستقل پاکستان سیٹل ہونے کے ارادے سے آ رہی ہیں تو انھوں نے زارا کو جیسے تیسے کر کے اس گھر سے دور بھیج دیا تھا کیوں کہ وہ اپنی بہن کے مزاج سے خوب واقف تھیں۔عباس بھائی کے وفات کے بعد تو زارا ان کے سامنے بے چاری بنی ہوتی اور ان کا سالوں سے دیکھا گیا خواب مٹی میں مل جاتا۔

"اونہہ....اہم! آپ تو رہنے دیں مما اور اگر اس نے زارا کا پوچھ لیا تو آپ کیا بتائیں گی اسے؟"

عائشہ کو نئی فکر لاحق ہوئی اس کی بات سن کر ندا خاتون بھی سوچ میں پڑ گئیں انھوں نے تو اس بارے میں سوچا ہی نہیں تھا۔

★★★★★

نعیم حسین کے گھر آج سب صبح سویرے ہی اُٹھ گئے تھے۔ناشتے سے فارغ ہو کر گھر کے سبھی افراد کسی نہ کسی کام میں مصروف تھے۔ندا خاتون کمرے میں کھڑی ملازمہ سے کونے کھدروں کی صفائی کروا رہی تھیں۔

”کلثوم....!بیڈ شیٹ بھی بدل دو۔“

پھر ندا خاتون نے الماری سے پردے نکال کر دیے اور اسے میں تبدیل کرنے کی ہدایت کی۔

مالکوں کے آنکھ سے بچ بچا کر کام میں ڈنڈی مارنے میں ماہر کلثوم بی آج پکڑی گئی تھی اس سے بھی چُن چُن کر کام لیا جا رہا تھا۔

زیان آنے والا تھا اور وہ چاہتی تھیں کہ ہر چیز پرفیکٹ ہو۔کوئی بھی کمی بیشی نہ رہے

www.novelsclubb.com

بس اسی لیے آج یہاں رہنے والا ہر فرد گھن چکر بنا ہوا تھا۔

زیان جب چھوٹا تھا تب سے وہ اسے اپنا داماد بنانے کا خواب دیکھ رہی تھیں۔ اپنی منہ پھٹ اور خود سر بیٹی کے لیے بیٹھے بٹھائے اتنا خوبصورت اور امیر لڑکا مل رہا تھا۔ وہ کیوں کر یہ موقع ہاتھ سے جانے دیتیں۔

عائشہ کی پیدائش کے وقت انھوں نے باتوں باتوں میں حلیمہ خاتون کے کان میں یہ بات ڈال دی تھیں۔ حلیمہ خاتون نے تو بچوں پر چھوڑ دیا تھا لیکن انھیں پورا یقین تھا کہ ان کا یہ خواب ضرور سچ ہو گا۔ صفائی کے بعد وہ کلثوم کے سر پر کھڑی ہو کر مختلف قسم کے لوازمات بھی تیار کرواتی رہیں۔ لائبہ اسکول سے آئی تو ماں کو تیاریوں میں مصروف دیکھ کر مسکرانے لگی اتنے عرصے بعد زیان آرہا تھا اور وہ خود بھی زیان کے آنے کی خبر سُن کر بہت خوش تھی۔ اس نے اپنی ماں سے ہی اس کا کافی ذکر سن رکھا تھا وہ دو تین سال کی تھی جب وہ لوگ پاکستان سے امریکہ شفٹ ہو گئے تھے۔ اس نے اس کی تصویریں ہی دیکھی تھیں اور کبھی کبھار فون پر بات کیا تھا۔

www.novelsclubb.com

ظفر بھی کافی خوش تھا اس کے آنے کی خوشی میں وہ آج اپنا کرکٹ میچ کا پروگرام بھی ملتوی کر چکا تھا۔

اس گھر میں اگر کوئی ناخوش تھا تو وہ عائشہ نعیم تھی۔ نا جانے وہ اسے کیوں پسند نہیں کرتی تھی۔ وہ اس کا نام سنتے ہی بھڑک جاتی تھی اور ایسا بچپن سے ہوتا آیا تھا۔

شام چار بجے کے قریب اُس نے فون پر اطلاع دی کہ وہ شہر میں داخل ہو گیا ہے کچھ دیر میں پہنچ جائے گا۔

نعیم صاحب اپنے تمام معاملات سے الگ تھلک آفس کے کام کر رہے تھے۔

دو دن پہلے انھیں زیان کی آنے کی خبر ملی تھی گھر کے سارے کام ندا خاتون دیکھتی تھیں۔ ہر کام ان کی مرضی سے ہی ہوتا تھا انھیں بس بتایا جاتا تھا۔

وہ ندا کی فطرت سے واقف تھے۔ دولت پانے کی خواہش نے انھیں خودسر بنا دیا تھا۔ شادی ہوتے ہی ان پر انکشاف ہو گیا کہ آرام و آسائش والی زندگی کی خواہاں ہیں اور اس لیے محبت کی شادی کے باوجود وہ انھیں کم مائیگی کے طعنے دینے سے باز نہیں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

آتی تھیں۔

اپنے چھوٹے بھائی عباس کی وفات کے بعد ان کی جائیداد پر بھی قبضہ کر لیا بلکہ بے چاری زارا کی زندگی اجیرن کر دی تھی۔

انھیں اس مادیت پرست عورت کو دیکھ کر شدت سے اپنی غلطی کا احساس ہوتا جو انھوں نے ان سے شادی کر کے کی تھی۔وہ انھیں سمجھا کر تھک چکے تھے۔ایسا کرنے پر ان کے درمیان جھگڑا ہوتا تھا جس سے گھر کا ماحول خراب ہو جاتا یہ سوچ کر انھوں نے سمجھانا ہی چھوڑ دیا تھا۔شادی ان دونوں کی مرضی سے ہوئی تھی اب شکایت کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہونے والا تھا۔

★★★★★

زبیر صبح کا گیا اب تک گھر نہیں لوٹا تھا اور زارا اُس کا انتظار کرتے کرتے وہیں صوفے پر سُو گئی تھیں۔

رات گئے جب زبیر واپس آیا تو ناک کرنے کے بجائے اپنے پاس موجود چابی سے

www.novelsclubb.com

دروازہ کھول کر اندر چلا آیا اور خاموشی سے اپنے کمرے میں بڑھتے ہوئے اس کی نظر صوفے پر سوئی زارا پر پڑی تو وہ ٹھٹک گیا اور کمرے میں جانے کا ارادہ ملتوی کرتا وہ اس کی طرف چلا آیا۔ اسے آوازیں لگانے پر بھی جب وہ نہ اٹھی تو اس نے اگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھپتھپایا۔

”زارا.....زارا اُٹھو!“

زارا نے اپنی خمار آلود آنکھیں کھول دی اور زبیر کو سامنے دیکھتے ہی ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھ گئی۔

”آپ....آپ کب آئے؟“

”ابھی تھوڑی دیر پہلے آیا ہوں۔ تم یہاں کیوں سو رہی تھی؟“ اس نے پوچھا۔

”میں آپ کا انتظار ہی کر رہی۔ پتا نہیں کیسے میری آنکھ لگ گئی۔ آپ فریش ہو جائیں، میں کھانا لگاتی ہوں۔“

کھانے گرم کرنے کے ارادے سے وہ صوفے سے اٹھی تھی لیکن زبیر نے اُسے

روک دیا۔

”نہیں......رہنے دو! میں کھانا کھا کر آیا ہوں۔“

وہ اسے بتا کر اس کا ری ایکشن دیکھے بغیر کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا جبکہ زارا گہرا سانس خارج کر کے رہ گئی زبیر خود کھانا باہر سے کھا کر آیا تھا مگر وہ جو اس کے انتظار میں کب سے بھوکی تھی اُس نے پوچھنا بھی گوارا نہیں کیا۔

★★★★★

زیان کا بھرپور استقبال کیا گیا۔جب سے وہ یہاں آیا لائبہ اور ظفر کے گرد دائرہ بنائے بیٹھے مختلف قسم کے سوالات کیے جا رہے تھے۔وہ ان کے سوالوں کے جوابات دے کر تھک گیا تھا اور کچھ دیر آرام کرنا چاہتا تھا کیوں کہ مستقل ڈرائیونگ کی وجہ سے اس کی پیٹھ اکڑ گئی تھی۔

تبھی ندا خاتون ہاتھ میں اورنج جوس کا گلاس لیے ان تینوں کے پاس چلی آئیں۔

"بچو! اب زیان بھائی کو آرام کرنے دو۔میں دیکھ رہی ہوں جب سے زیان آیا ہے

www.novelsclubb.com

تم دونوں ایک لمحے کے لیے بھی چُپ نہیں ہوئے۔"

ان کی بات سُن کر لائبہ اور ظفر کا چہرہ اُتر گیا البتہ زیان نے شکر ادا کیا تھا کیوں کہ وہ تھکاوٹ کے باوجود مروت میں کچھ بول بھی نہیں پایا۔

"جی خالہ جان! ٹھیک کہا آپ نے۔ باقی باتیں کل کریں گے بچو!"

اُس نے مسکراتے ہوئے میز پر رکھے جوس کا گلاس اُٹھا کر گھونٹ بھرتے ہوئے کہا۔

"خالہ جان زارا کہاں ہے؟ کہیں نظر نہیں آ رہی؟

گھر میں نہیں ہے یا وہ مجھ سے ملنا نہیں چاہتی؟"

جوس کا گلاس میز پر واپس رکھتے ہوئے اس نے آس پاس متلاشی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ زیان اس سے مل کر گزشتہ ساری شکایتیں دور کرنا چاہتا تھا۔ عباس ماموں کی فوتگی پر تعزیت کے لیے نہ آنے پر اس سے معذرت کرنا چاہتا تھا حالانکہ تب وہ اس بات سے بے خبر تھا اور امریکہ میں گزارے ماہ و سال کے قصے اور رابطہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نہ رکھنے کی مجبوری اور وجوہات بتانا چاہتا تھا مگر وہ جب سے آیا تھا وہ کہیں نظر نہیں آرہی تھی وہ سارے رستے یہی سوچتا آیا تھا کہ اب بھی وہ بچپن جیسی معصوم پری دکھتی ہوگی یا وقت نے اسے بدل دیا ہوگا۔لائبہ، ظفر اور عائشہ سے وہ آتے ہی مل چکا تھا ایک زارا ہی تھی جس سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔

''کیا ہوا خالہ؟ بتائیں نا کہاں ہے وہ۔اچھا چھوڑیں میں خود ہی مل لیتا ہوں۔''

نداخاتون کو خاموش دیکھ کر وہ کہتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔وہ اپنی خاموشی توڑتیں اس سے پہلے لائبہ بول پڑی۔

"زیان بھائی۔زارا آپی تو اب ہمارے ساتھ نہیں رہتیں۔"

''یہاں نہیں رہتی مطلب؟'' وہ حیران ہوا تھا۔

"ان کی تو شادی ہوگئی ہے۔" اس بار ظفر نے بھی گفتگو میں اپنا حصّہ ڈالا۔

''لائبہ، ظفر تم دونوں اپنے کمرے میں جاؤ۔''

''لیکن مما۔'' نداخاتون جیسے ہوش میں آئی تھیں انھوں نے دونوں کا کمرے میں

جانے کو کہا تو لائبہ کا منہ بن گیا۔

"میں نے کہا نا کمرے میں جاؤ!" انھوں نے سختی سے کہا تو وہ دونوں وہاں سے نہ چاہتے ہوئے بھی اُٹھ کر اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے۔ شکر تھا دونوں عائشہ کی طرح نہیں تھے بلکہ اپنی ماں کا کہنا مانتے تھے۔

زارا کی شادی کا سُن کر وہ کافی اُلجھ گیا تھا۔

اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ اس کی شادی ہو گئی تھی وہ یہ سوچ کر آیا تھا کہ وہ یہاں آ کر خوب باتیں کرے گا۔اس کی ناراضگی دور کرے گا۔

اتنی کم عمری میں ان لوگوں کے علم میں لائے بغیر اس کی شادی ہو جائے گی اس کی سوچ بھی وہاں تک نہیں گئی تھی۔

"خالہ جان زارا کی شادی..... یہ کیسے ہو سکتا اور آپ نے ہمیں بتایا بھی نہیں؟"

"زیان دراصل سب کچھ اتنی جلدی میں ہوا کہ بتانے کا موقع ہی نہیں ملا۔ بہت اچھا رشتہ تھا تو ہم منع ہی نہیں کر پائے۔ وہ اپنے گھر میں بہت خوش ہے۔ میں پہلے

بتانا چاہتی تھی لیکن اس حالت میں باجی کو پریشان نہیں کرنا چاہتے تھے۔''

انھوں نے شکستہ انداز میں کہتے ہوئے معاملے کو سنبھالنے کی کوشش کی اور زیان کو پوری بات سے بے خبر رکھا۔

زارا ان کے آنکھوں میں اتنی کھٹکتی تھی کہ اس کی زندگی کو دُو بھر کر دینے کا بھی انھیں ذرا افسوس نہیں تھا۔

رات میں جب زیان نے حلیمہ خاتون کو فون پر ساری تفصیلات سے آگاہ کیا تو وہ بھی کافی دیر تک تو سکتے کی کیفیت میں گری رہیں۔

انھیں تو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ ندا انھیں بتائے بغیر زارا کی شادی کر سکتی ہے۔

انھوں نے اس کے متعلق پوچھنے کا ارادہ کر کے فون رکھ دیا لیکن وہ بے یقینی کی کیفیت میں گری سو نہیں پائی تھیں۔

★★★★★

زبیر نے ولیمے کے لیے ایک چھوٹا سا پروگرام رکھا تھا جس میں اس نے سبھی جاننے

والے کو مدعو کیا۔

شزا ان دونوں کے ولیمے سے دو روز قبل ہی اس کے گھر پر آ کے ٹھہری تھی۔ وہ شاپنگ میں زارا کی مدد کروا رہی تھی۔ لبنیٰ خاتون اپنی مصروفیت کی وجہ سے آ نہیں پائی تھیں جس کا انھیں بہت افسوس تھا۔

زارا نے اس معاملے میں بھی شزا کی پسند کو اہمیت دی تھی۔ جو بھی شزا پسند کر رہی تھی اس نے خاموشی سے اُس پر پسندیدگی کی مہر لگا دی تھی۔ اس سب چکروں میں دو دن کیسے گزر گیا پتہ ہی نہیں چلا۔

زارا کے لیے یہیں خوش کن بات تھی کہ شزا اس کے ساتھ تھی۔ شزا کی کمپنی نے بہن کی کمی پوری کر دی تھی۔

زارا کے لاکھ منع کرنے کے باوجود بھی شزا نے ضد کر کے پارلر سے اپوائنٹمنٹ لے لی تھی۔ صبح ناشتہ سے فارغ ہوتے ہی وہ دونوں گھر سے نکل گئیں تاکہ شام میں وقت پر ولیمہ کی تقریب میں پہنچ سکے۔ زبیر اپنے دوستوں کے ساتھ ولیمہ کے

سارے انتظامات دیکھ رہا تھا۔

★★★★★

اُسے یہاں آئے دو دن ہو گئے تھے۔لائبہ اور ظفر اسکول سے آتے ہی اس کے پاس دائرہ بنا کر بیٹھ جاتے وہ سارا دن ان کی اُوٹ پٹانگ باتیں سُنتا رہتا۔

کبھی ان کے ساتھ گیم کھیلتا تو کبھی انھیں اپنے امریکہ میں گزارے دنوں کی کہانی سُناتا۔

آج بھی وہ ان کے ساتھ گراؤنڈ سے کرکٹ کھیل کے واپس لوٹا تھا۔

نداخاتون کے منع کرنے پر بھی وہ دونوں اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے تھے جبکہ عائشہ صرف کھانے کے میز پر ہی اُسے نظر آتی تھی۔سارا دن نا جانے وہ کہاں غائب رہتی تھی شاید وہ اس کے آنے سے خوش نہیں تھی۔وہ خاموشی سے اس بات کو نوٹ کر رہا تھا لیکن کسی کے سامنے اس بات کا ذکر نہیں کیا تھا۔

رات میں نعیم صاحب بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر کچھ پروگرام دیکھ لیا کرتے تھے۔وہ

www.novelsclubb.com

بالکل اس کے بابا جیسے ہی تھے دوسروں میں گُھل مل جانے والے۔وہ ان کی کمپنی انجوائے کرتا تھا جیسے اپنے بابا کی موجودگی میں کیا کرتا تھا۔

زیان کے آنے سے سب گھر والے بے حد خوش تھے لیکن عائشہ کا رویہ اب بھی پہلے دن جیسا تھا وہ اس سے بات کرنا تو دور اس کے سامنے ہی بہت کم آیا کرتی تھی۔

اسی روٹین کے ساتھ ایک ہفتہ گزر گیا تھا اور آج وہ اپنے دوست سے ملنے لاہور جا رہا تھا جو کچھ عرصہ پہلے ہی امریکہ سے اپنی بہن کی شادی میں پاکستان آیا تھا۔ندا خاتون کے ساتھ بچّے بھی اس کی واپسی کا سُن کر بہت اداس ہو گئے تھے۔ان کے بس میں ہوتا تو اسے جانے ہی نہیں دیتے۔

★★★★★

ولیمے کی اس تقریب میں مدعو تمام افراد سے آہستہ آہستہ ہال بھرنے لگا تھا۔زارا تھوڑی دیر پہلے پارلر سے سیدھا ہال پہنچی تھی۔اُس نے گولڈن رنگ کا عروسی لباس پہن رکھا تھا۔مہارت سے کیے گئے میک اپ میں وہ اور بھی حسین لگ رہی

www.novelsclubb.com

تھی۔ایسا لگتا تھا جیسے وہ کسی سلطنت کی شہزادی ہو۔

زبیر بلیک رنگ کے تھری پیس سوٹ میں معمول سے مختلف نظر آ رہا تھا۔

وہاں موجود تمام نفوس کی آنکھوں میں زارا کے لیے ستائش تھی اور دل ہی دل میں

وہ لوگ زبیر کی قسمت پر رشک کر رہے تھے اور بیٹوں کی مائیں زارا جیسی

خوبصورت بہو پانے کی تمنا کر رہی تھیں۔

زبیر دوستوں کو دیکھ کر ان سے ملنے چلا گیا تو وہ اکیلی بیٹھی چہرے پر مسکراہٹ

سجائے داد وصولنے میں مصروف رہی۔

"آپ کا نام زارا ہے؟" سات آٹھ سال کے قریب ایک بچے نے اس کی قریب

آ کر پوچھا تو اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"جی چھوٹے! میں ہی زارا ہوں آپ کیوں پوچھ رہے ہے؟" اس کے استفسار پر بچے

نے اسے بتایا کہ زبیر اُسے بلا رہا ہے۔

"کہاں ہیں وہ؟" اس کے پوچھنے پر بچے نے ٹرائل روم کی طرف اشارہ کیا اور وہاں

سے بھاگ گیا۔ وہ اپنے قریب بیٹھی خاتون سے معذرت کرتی اسٹیج سے اُتر کر

ٹرائل روم کی طرف بڑھ گئی جہاں اس بچے نے اشارہ کیا تھا۔

دروازہ کھول کر وہ روم میں داخل ہوئی تھی تو وہاں زبیر کیا کوئی بھی نہیں تھا۔

"یہ زبیر کہاں گئے؟ اس بچے نے تو یہی کا بتایا تھا۔" وہ پریشانی سے بولی۔

زبیر دوستوں سے ملنے کے بعد جب اسٹیج پر آیا تو زارا کو غائب دیکھ کر حیران ہوا اور

اسے ڈھونڈنے لگا۔

"شزا!" کچھ فاصلے پر کھڑی شزا کو لڑکیوں سے گفتگو کرتا دیکھ کر اس نے پکارا تو وہ

ان سے معذرت کرتی اس کی طرف چلی آئی۔

"جی بھائی!"

"شزا۔ زارا کہاں گئیں، تم نے دیکھا اُسے؟"

"زارا بھابھی، ابھی تو وہ یہیں تھیں۔ ہاں کچھ دیر پہلے میں نے انھیں ٹرائل روم کی

طرف جاتے دیکھا تھا۔ کیوں کیا ہوا بھائی اپ پریشان لگ رہے ہیں؟" اس نے یاد

آنے پر زبیر کی اڑی رنگت دیکھ کر پوچھا۔

"نہیں کچھ نہیں۔ تم انجوائے کرو!۔"

اس نے مسکرا کر کہا اور خود ٹرائل روم کی طرف بڑھ گیا۔

ٹرائل روم کو خالی پا کر زارا واپس جانے کے لیے مڑی لیکن سامنے شیشے میں اپنا سراپے پر نظر پڑتے ہی

وہ اک لمحے کے لیے حیران رہ گئی۔

آج وہ اس روپ میں واقعی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ جب پارلر سے واپسی پر شزا نے اس کی تعریف کی تو اُسے لگا تھا وہ بس اس کا دل رکھ رہی ہے۔

وہ ان خیالوں میں گم تھی تبھی دروازہ کھول کر اندر کوئی داخل ہوا۔

"شاید زبیر ہوں گے۔" وہ چونک کر پلٹی لیکن اندر داخل ہونے والا شخص زبیر نہیں تھا۔

"آ... آپ یہاں کیا کر رہے ہیں اور..... اور زا..... زبیر کہاں ہیں؟" اس کی

شکل دیکھتے ہی زارا خوف زدہ ہو گئی اور ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں کہا۔

اس کی گھبراہٹ دیکھ کر سامنے کھڑے شخص کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اوہ تو تم زبیر کا انتظار کر رہی تھی۔ پر سوری وہ تو یہاں نہیں ہے۔ میں نے ہی اس بچے سے کہہ کر تمہیں یہاں بلایا تھا۔" اس نے مسکراہٹ کے ساتھ بتایا تو زارا کے اعصاب تن گئے۔

"تمہیں معلوم ہوتا کہ زبیر نے نہیں بلکہ میں نے بلایا ہے تو کیا تم آتی؟"

وہ کہتے ہوئے خباثت سے ہنسنے لگا اور زارا کا دل چاہا وہ کسی بھی طرح اس شخص کو یہاں سے غائب کر دے۔

"دیکھو ڈرو مت۔ میں یہاں تم سے بات کرنے آیا ہوں۔"

جمشید کہتے ہوئے وہ کچھ قدم آگے بڑھا تو زارا ڈر کے پیچھے ہٹ گئی۔

"مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔ آپ جائیں یہاں سے۔" اس بار وہ ہمت

دکھاتے حلق کے بل چلائی تھی۔

ایک بار میری بات توسُن لو اتنا ہائپر کیوں ہو رہی ہو؟'' وہ اس کے چلانے سے بدمزہ ہوا۔

''تم نے سنا نہیں مجھے کچھ نہیں سننا، جاؤ یہاں سے۔'' اس کی ڈھٹائی دیکھ کر وہ حلق کے بل چیخی تو یوں محسوس ہوا کہ حلق میں خراش آگئی ہو۔

''کیا تم زبیر کو دیکھ دیکھ کر بور نہیں ہوتی۔ بڑا عجیب بندہ ہے ویسے۔۔۔۔ چپ چاپ شادی کر لی اور بتایا بھی نہیں۔''

وہ اس کی بات کو خاطر میں لائے بغیر خباثت سے ہنستے ہوئے اس کے قریب چلا آیا۔

''دور۔۔۔ دور رہو مجھ سے ورنہ۔۔۔۔ ورنہ میں چلاؤں گی۔'' وہ اسے تنبیہ کر رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اس شور میں اس کی آواز اس روم سے باہر نہیں جائے گی۔

''تو چلاؤ۔۔۔۔ میں بھی دیکھتا ہو تمہارے چلانے سے کتنے لوگ آتے ہیں۔'' وہ ذرا

آ گے کو آیا تو زارا کے نتھنوں سے جانی پہچانی بو ٹکرائی اور یکدم اس کی گھبراہٹ میں اضافہ ہوا۔

اس بُو سے اسے کافی شناسائی تھی۔اکثر زبیر نشے کی حالت میں جب گھر لوٹتا تو اس کے منہ سے بھی بالکل اسی طرح بو آتی تھی۔

وہ نشے میں تھا۔اس نے دونوں ہاتھوں سے اسے پیچھے دھکا دیا اور اپنے کپڑے سنبھالتی دروازے کی سمت بڑھی۔وہ لڑکھڑا کر گرتے گرتے بچا۔زارا نے دروازہ کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ زبیر اندر داخل ہوا۔

جمشید کو وہاں دیکھ کر اس کے چہرے پر ناگوار لکیریں ابھریں اور اس نے غصّے سے زارا کو دیکھا۔

اس سے پہلے وہ کچھ کہتی زبیر کو دیکھتے ہی جمشید نے اپنا پینترا بدل لیا۔

”زبیر تم کہاں تھے یار۔تمہاری بیوی نے مجھے یہاں بُلایا مجھے لگا تم ساتھ ہو۔یہاں آ کر دیکھا تو تم تھے ہی نہیں تو سوچا بھابھی سے ہی بات کر لیتا ہوں ویسے زارا بھابھی

بہت مذاق کرتی ہیں۔ کیوں زارا بھابھی؟"

وہ شاطرانہ انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا تو زارا اس کی خباثت دیکھ کر روہانسی ہو گئی۔اس کے ہاتھ پیر پھولنے لگے۔

"تمہیں ولیمے کی بہت مبارک باد یار، چلو اب میں چلتا ہوں تم دونوں انجوائے کرو۔"

اس نے مسکراتے ہوئے زبیر کے شانوں کو تھپک کر کہا اور باہر نکل گیا۔اس نے اپنی بھرپور اداکاری سے پورا معاملہ ہی پلٹ دیا۔زارا اس مکار آدمی کی چال بازی دیکھ کر دنگ رہ گئی۔وہ تو چلا گیا تھا لیکن وہ زبیر کی آنکھوں میں آیا غصّہ دیکھ سکتی تھی۔زبیر اس سے کسی بھی قسم کی گفتگو کیے بغیر اسے بازو سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا اسٹیج تک لے آیا۔اس وقت سب کے سامنے اس نے کچھ بھی نہیں کہا تھا مگر زبیر کا ردِ عمل کا سوچ کر ہی اس کی حالت غیر ہو رہی تھی۔

مہمان ڈنر کے بعد اپنے گھر روانہ ہوتے ہی وہ دونوں بھی گھر چلے آئے۔شزا بھی

اپنی کزن کے ساتھ ماموں کے گھر چلی گئی تھی۔

★★★★★

"تم.... تمہاری ہمت کیسے ہوئی اس جمشید سے بات کرنے کی؟"

گھر پہنچتے ہی زبیر اس پر برس پڑا تھا۔

"آ.... آپ میری بات کا یقین کریں زبیر۔ میں نے اُسے نہیں بلایا تھا میں تو...."

وہ بولتے بولتے رو دی تھی۔

زبیر کو آپے سے باہر دیکھ کر اسے کچھ سمجھ نہیں آیا تھا۔ پچھلے کچھ دنوں سے زبیر میں آئے بدلاؤ کو دیکھ کر وہ کتنی خوش تھی لیکن آج زبیر کو دوبارہ سے پرانے روپ میں دیکھ کر اس کی ہمت جواب دے گئی۔

"بس اب آگے ایک لفظ بھی مت کہنا تم۔" اس کے لہجے کی تلخی برقرار تھی زارا

ہنوز نظریں جھکائے

روتی رہی۔

"تم بھی سب عورتوں جیسی نکلی۔میری غلطی ہے جو میں نے سوچا تم ان سے مختلف ہو، معصوم ہو.....میں اپنے کیے پر پیشمان تھا مجھے لگا میں نے تم پر بہت ظلم کیے، تمہارے ساتھ زیادتیاں ہوئی ہیں

لیکن آج تمہاری اس حرکت نے ثابت کر دیا کہ میں کتنا غلط تھا تم اس کی حق دار ہو۔"

زبیر کی باتیں اس کی سمجھ سے باہر تھیں وہ اس کا موازانہ کس سے کر رہا تھا وہ نہیں جانتی تھی۔

"زبیر آپ میری بات کا یقین کریں مجھے لگا آپ نے بلایا ہے۔اس بچے نے مجھے یہی بتایا تھا کہ آپ ٹرائل روم میں ہیں۔"

زارا دائیں ہاتھ سے آنسو پونچھے ہوئے اپنی صفائی دینے لگی۔یہ جانتے ہوئے کہ زبیر کو کسی قسم کی صفائی سے وہ نہ کبھی قائل کر پائی تھی اور نہ آج کر پاتی۔

"جھوٹ..... جھوٹ مت بولو، کونسا بچہ؟میں نے کسی بچے کو نہیں بھیجا۔مجھے

تمہاری کوئی بات نہیں سننی۔ہٹو یہاں سے۔“

وہ غصے سے کہتا وہاں سے جانے لگا تو زارا نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ کے اسے روکنا چاہا لیکن زبیر بے دردی سے اس کا ہاتھ جھٹک کر آگے بڑھ گیا تھا۔

وہ نہیں چاہتی تھی کہ زبیر پھر سے اسے غلط سمجھے ایک مشرقی بیوی کی طرح وہ ہر حال میں اپنا رشتہ بچانا چاہتی تھی۔

اس لیے اپنے دھتکارے جانے پر بھی وہ دوڑتی ہوئی کے سامنے راستہ روک کر کھڑی تھی

"زبیر پلیز میری بات کا یقین کریں میں بے قصور ہوں۔“زارا کے چہرے پر نقش سچائی دیکھنے کی بجائے زبیر نے طیش میں آکر اسے دھکا دیا۔زارا اپنا توازن برقرار نہیں رکھ پائی اور میز کے کونے سے جا ٹکرائی۔میز سے ٹکرانے کی وجہ سے اس کے ماتھے پر گہرا زخم لگا اور اس میں سے خون رسنے لگا تھا۔تکلیف کی شدت سے وہ کراہ کر رہ گئی۔

اوپر جاتے ہوئے جب زبیر کی نظر فرش پر بیٹھی کراہتی زارا پر پڑی تو وہ الٹے پاؤں واپس آیا۔اس کے ماتھے سے خون بہتا دیکھ کر وہ وہیں دوزانو بیٹھ گیا۔

ادھر اُدھر نظر دوڑانے کے بعد جب کچھ نہیں ملا تو اس نے اپنے پینٹ کی جیب سے ایک نیپکین نکال کر اس کے زخم پر رکھ دیے تاکہ خون رک جائے۔پھر اسے پکڑے رہنے کا حکم دیتا کمرے کی اور بھاگا۔وہ نیپکین کی مدد سے خون روکے لب بھینچے خاموشی سے ساری کاروائی دیکھتی رہی۔

کچھ دیر بعد وہ ہاتھ میں فرسٹ ایڈ باکس لیے واپس لوٹا تھا۔

کتنا عجیب تھا وہ خود ہی زخم دے کر اب مرہم بھی خود ہی رکھ رہا تھا۔

جب اسے یقین ہونے لگا تھا کہ زبیر کے پاس دل نہیں گویا پتھر ہے تب اس کے بدلتے رویے نے اسے جھوٹا ثابت کر دیا تھا اس کے اس بھیانک چہرے کے پیچھے کون سا راز تھا وہ اس بات سے بے خبر تھی

وہ ایسا کیوں ہے؟اس تلخی کی ایسی کونسی وجہ تھی جاننے کی چاہ رکھنے کے باوجود بھی

کبھی پوچھنے کی ہمت نہیں کر سکی تھی۔

درد کی ایک ٹیس سی اٹھی تھی اس نے دانتوں کو سختی سے دبائے درد پر قابو پانے کی کوشش کی اور پھر سامنے بیٹھے اس شخص کو دیکھا جو اس کی معمولی زخم پر دوائی لگانے کے بعد اس زخم پر پٹی کرنے میں مصروف تھا۔

میز پر ایڈ باکس رکھنے کے بعد وہ اس کے برابر میں وہیں زمین پر بیٹھ گیا تھا۔

زارا خاموشی سے اس کے آگے کا ردِ عمل دیکھنے کا انتظار کرنے لگی۔ان کے درمیان کتنے ہی لمحے خاموشی کے بیت گئے پھر زبیر نے بولنا شروع کیا۔

”مم.... میں نہیں چاہتا کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچاؤں لیکن....“اس کی آواز میں تھکن نمایاں تھی۔

وہ بے یقینی کے عالم میں اسے دیکھ رہی تھی۔

اُس نے زارا کے چہرے پر ایک نگاہ ڈال کر پھر سے اپنا سلسلہ کلام جوڑا۔

"لیکن میں چاہ کر بھی اپنے اس بھیانک ماضی سے نکل نہیں پا رہا۔ جس نے عورتوں

کے ایسے روپ دکھائے ہیں کہ مجھے لگتا ہے دُنیا کی ساری عورتیں ایک جیسی ہیں

۔خود غرض، دھوکے باز،اور یہی وجہ ہے میرا دماغ مجھے تمہارے خلاف ورغلاتا

ہے۔

وہ درد سے چور لہجے میں بول رہا تھا زارا اس انکشاف پر حیران ہوئی۔

"وہ اسے اپنی ماضی سے جُڑی حقیقت بتا رہا تھا جس کے متعلق پوچھنے کی کبھی اس کی

ہمت نہیں ہوئی تھی۔

"ماں کا وجود تو سراپائے محبت ہوتا ہے لیکن میری ماں کو بھی مجھ سے محبت نہیں

تھی۔

بچپن میں دوسرے بچّوں کی طرح میں بھی چاہتا تھا کہ میں باہر جا کر کھیلوں، نئے

نئے دوست بناؤں۔

لیکن ان کی وجہ سے محلے کے سارے بچے مجھ سے دور بھاگتے تھے کوئی مجھ سے

دوستی نہیں رکھنا چاہتا تھا۔

ماں اپنی اولاد کے لیے اپنی محفوظ ڈھال ہوتی ہے جس کے آغوش میں جاتے ہی بچہ ہر خوف سے آزاد ہو کر پر سکون ہو جاتا ہے۔

مائیں اپنے بچّوں کی خوشی کے لیے دنیا سے لڑ جاتی ہے لیکن نا جانے میری ماں کیسی تھی جس نے مجھے جنم تو دیا لیکن اس دنیا کی ٹھوکریں کھانے کے لیے چھوڑ دیا۔

اور میرے باپ نے بھی ہمیشہ مجھے دھتکارا جیسے اس دنیا میں آکر میں نے کوئی غلطی کر دی ہو۔

دوسرے بچوں کی مائیں جب انھیں اپنے سینے سے لگائے گھومتیں، انھیں پیار کرتیں تو مجھے ماں کی کمی شدت سے محسوس ہوتی تھی۔ میں نے اپنے باپ سے اپنی ماں کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا کہ میری ماں مر چکی ہے۔

میں رب سے شکوہ کرتا کہ اس نے میری ماں کو اپنے پاس کیوں بلا لیا مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاتی۔

میری دادی جان نے بھی کبھی مجھے پیار سے گلے نہیں لگایا۔

وہ مجھ سے شدید نفرت کرتی تھیں۔اتنی نفرت کہ دن رات میرے مرنے کی دعائیں کرتیں۔انھیں لگتا تھا میں اپنی آوارہ ماں پر گیا ہوں اور میں اس آوارہ لفظ پر ٹھٹھک جاتا۔

پھر ایک روز میرے باپ نے دوسری شادی کرلی۔میں خوش تھا۔میں ہمیشہ اس کے آس پاس رہتا تھا۔بھاگ بھاگ کر ان کی خدمت کرتا کہ کہیں وہ بھی مجھے چھوڑ کر نہ چلی جائے۔امی جان کہتے میری زبان نہیں تھکتی تھی۔

لیکن مجھ پر جاں نثاری کرتی ماں نے ایک دن اپنا رنگ وروپ بدل لیا۔اس دن جب انھوں نے مجھے گالیاں دیں تو میں حیران رہ گیا کہ مجھ سے کیا غلطی ہوئی ہے جو ان کا رویہ بدل گیا۔

پھر میں نے خود کو جھوٹے دلاسے دینا شروع کردیا کہ ماں بس ذرا پریشان رہتی ہے اس لیے ورنہ وہ مجھ سے بہت پیار کرتی ہے۔

گرمی کے دنوں مجھے نیند نہیں آتی تھی میں صحن میں ٹہلنے نکلا تھا کہ اچانک مجھے

دادی جان کے کمرے سے آوازیں آنے لگیں۔میں نے رک کر ان کے درمیان ہوئی گفتگو کو سننے کی کوشش کی۔میرے بابا،امی جان اور دادی جان آپس میں کچھ بات کر رہے تھے۔

"اماں جی! آپ اس منحوس کو گھر میں رکھنا چاہتی ہیں تو میں اس گھر سے چلی جاؤں گی۔" یہ کہنے والی میری سوتیلی ماں تھی جسے میں نے دل سے اپنی ماں تسلیم کیا تھا۔

اُس دن میں ساری رات میں سو نہیں پایا تھا۔

میں اس وقت اپنے اور سوتیلے میں فرق نہیں جانتا تھا لیکن جب دادی میری ماں کو گالیاں دے رہی تھیں اور مجھے برا بھلا کہہ رہی تھیں تو مجھے احساس ہوا کہ رشتوں میں بھی اپنے پرائے ہوتے ہیں۔

جب کبھی میں گھر سے باہر کھیلنے نکلتا لوگ مجھ پر ہنستے اور بار بار کہتے میری ماں بہت بُری تھی تبھی مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔

اور میں یہ سوچ کے پریشان رہتا کہ وہ تو مر گئی تھی پھر بری کیسے تھی۔وہ تمام لوگ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

جو مر جاتے ہیں کیا وہ سب کے سب برے ہوتے ہیں۔ میرا ذہن ان جملوں اور سوالوں کے گرد بھٹکا رہتا۔

ایک دن میری سوتیلی ماں نے مجھ پر چوری کا الزام لگایا اور حیرانی کی بات یہ تھی سچ جاننے کے باوجود بھی دادی نے بھی ان کا اس جھوٹ میں ساتھ دیا اور مجھے بہت مارا پیٹا۔

اُسی دن مجھ پر انکشاف ہوا کہ میری ماں میرے باپ کو چھوڑ کر کسی اور کے ساتھ بھاگ گئی تھی اور مجھے ان کے درمیان مرنے کے لیے چھوڑ گئی تھی۔

لڑکی کے گھر چھوڑ جانے پر جو بدنامی ان کے گھر والوں کو اٹھانی پڑتی ہے وہ کسی بیوی اور ماں کے اسی اقدام پر ان کی اولاد کو اٹھانی پڑتی ہے۔ زمانہ ایسی اولادوں کو کبھی قبول نہیں کرتا۔

ہر انسان کا اپنا کردار ہوتا ہے نا لیکن وہ پہچانا دوسروں کی زبان سے ادا کیے فقروں سے جاتا ہے۔ میرا تعارف بھی اسی طرح کیا جانے لگا۔ اس وقت مجھے ان تین

عورتوں سے نہ صرف شدید نفرت محسوس ہوئی تھی بلکہ لوگوں سے ہی اعتبار اٹھ گیا تھا۔

سوتیلی ماں نے مجھ پر الزام لگایا کیوں کہ وہ سوتیلی تھی لیکن میرا باپ وہ تو میرا اپنا تھا۔اُس نے مجھ پر یقین کیوں نہیں کیا؟"

"بتاؤ زارا.....کیوں نہیں کیا؟" وہ بھرائی ہوئی آواز میں زارا سے پوچھ رہا تھا۔وہ کیسے بتاتی کیوں نہیں کیا، شاید جب رشتوں میں یقین نہ ہو تو ایسا ہی ہوتا ہے اپنے بھی آپ کا یقین نہیں کرتے ہیں وہ سوچ کے رہ گئی۔آج اس نے بھی تو اس پر یقین نہ کرکے یہی کیا تھا۔

وہ کچھ بھی نہیں بول پائی۔جواب نہ ملنے پر زبیر نے دوبارہ سے کہنا شروع کیا۔

کاش انھوں نے میرا یقین کیا ہوتا۔میں اپنے بابا کو اس آس کے ساتھ دیکھتا رہا کہ وہ میری حمایت کریں گے لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ مجھے مارپیٹ کر اسی وقت گھر سے نکال دیا۔

میں ان کی فریاد کرتا رہا اپنی بے گناہی کا یقین دلاتا رہا لیکن اس دن اس گھر کے دروازے مجھ پر بند کر دیے گئے تھے۔

اس کے بعد میں گلی محلے میں بھٹکتا، لوگوں کی گالیاں سننا میرا مقدر بن گیا۔ میں بھوک پیاس سے بلکتا رہا لیکن میرا باپ مجھے ڈھونڈنے تک نہیں آیا۔ اسے اپنی اولاد سے کوئی غرض نہیں تھا کیوں کہ مجھے گھر سے بھاگی ہوئی عورت نے جنم دیا تھا۔

اس عورت نے میری روح کو زخمی کر دیا اگر وہ میری باپ کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تھی تو اسے شادی بھی نہیں کرنی چاہیے تھی اور اگر شادی کر لی تھی تو کم از کم ایک ان چاہی اولاد کو پیدا کر کے یوں زمانے میں رلنے کے لیے نہیں چھوڑنا چاہیے تھا لیکن اس عورت نے نہ ماں باپ کی لاج رکھی، نہ ایک اچھی بیوی بن سکی نہ اچھی ماں۔ ساری زندگی یہ سچائی میرے ساتھ چمٹی رہی کہ میں ایک آوارہ ماں کی اولاد ہوں اور اس اذیت نے مجھ سے میری خود اعتمادی چھین لی۔ میں آج بھی خود کو اپنے بچپن میں کھڑا سسکتا ہوا محسوس کرتا ہوں۔

میں نے وہ شہر بھی چھوڑ دیا لیکن یہ تلخ ماضی اب بھی کسی آسیب کی طرح میرا پیچھا کرتی ہے۔ایسا لگتا ہے آج بھی لوگ مجھ پر ہنس رہے ہیں میری بے بسی پر قہقہہ لگا رہے ہیں۔

اس نے کرب سے آنکھیں موند لیں اور آنسوؤں کو حلق کے اندر اترنے دیا۔

خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے زارا کے ہاتھ کو تھام لیا۔

"کیا تم بھی مجھے چھوڑ کر چلی جاؤ گی؟"زارا جو سکتے کی حالت میں تھی اس کے استفسار پر چونک گئی۔

"تو کیا اسے اب بھی لگتا تھا کہ وہ اُسے چھوڑ کر چلی جائے گی۔"اس نے افسوس سے اس کی جانب دیکھا۔

"بولو.....میں بالکل بھی اچھا نہیں ہوں۔

کیا تم بھی مجھے چھوڑ کر چلی جاؤ جس طرح سب چھوڑ گئے؟"

"نن....نہیں"زارا نے گھبراتے ہوئے جواب دیا۔

★★★★

صبح جب اُس کی آنکھ کھلی تو زبیر کمرے میں نہیں تھا۔اُس کے سر میں عجیب سادرد محسوس ہورہا تھا۔کچھ دیر یونہی بیٹھے رہنے کے بعد وہ سُست روی سے اُٹھ کر واش روم میں چلی گئی۔

اب آئینے کے سامنے کھڑی وہ اپنا جائزہ لینے لگی اس کی آنکھیں سرخ ہورہی تھیں ۔اکثر رونے کے بعد ایسا ہوتا آیا تھا۔اس نے اپنے چہرے پر بے شمار پانی کے چھینٹے مارے تاکہ کچھ افاقہ ہو۔

کچھ لوگ قسمت کے مارے ہوتے ہیں درد جب ان کی زندگی کا حصّہ بنتا ہے تو لاکھ سر پھوڑ لے وہ ان کے وجود سے چمٹ جاتا ہے۔پھر ان کے پاس کمپرومائیز کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں بچتا۔بہت سے لوگ کہیں نہ کہیں اپنی زندگی کے بہت سے معاملات میں کمپرومائیز کرتے آئے ہیں وہ بھی کم عمری میں ہی اس کی اہمیت سمجھ گئی تھی۔

www.novelsclubb.com

وہ اکثر سوچتی تھی کہ اگر اس کے بابا زندہ ہوتے تو کیا تب بھی وہ اسی طرح زندگی میں کمپرومائیز کرتی۔ پھر خود ہی اپنی سُوچ کی نفی کر دیتی۔

کیوں کہ اس کے بابا نے اسے پلکوں پر بیٹھا کر رکھا تھا۔ اسے کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دی تھی۔ اس کی فرمائش کرنے سے پہلے ہی اس کی من پسند چیزیں اس کے سامنے ہوتی تھیں۔

اور سب سے بڑھ کر اُن کی آنکھوں میں اپنے لیے بے پناہ محبت دیکھ کر ہی مسرور ہو جایا کرتی تھی۔

یہاں بھی اُسے کسی چیز کی کمی نہیں تھی لیکن پیار دینے والا کوئی نہیں تھا۔ اس کی آنکھوں میں آئی نمی کو دیکھ کر تڑپ جانے والا کوئی نہیں تھا اور نہ ہی اس کے افسردہ ہونے پر کوئی اداس ہوتا تھا۔

وہ اکثر کہتے تھے کہ میری شہزادی کی زندگی میں کوئی شہزادہ ہی آئے گا جو اسے مجھ سے بھی زیادہ پیار کرے گا۔

اگر آج وہ حیات رہتے اس کی یہ حالت دیکھ کر ٹوٹ جاتے۔ان کی روح بھی تو دیکھ کر غمگیں ہوتی ہو گی ایسا کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔ہر ماں باپ اپنی بیٹی کے لیے ہزاروں خواب دیکھتا ہے ضروری تو نہیں وہ ساری کی ساری پوری ہو جائیں۔اُن کی باتوں کو یاد کر کے وہ افسردہ ہو جایا کرتی تھی شاید جو لاڈلے ہوتے ہیں ان کا نصیب ہی ان کے لیے امتحان بن جاتی ہے۔

پانی گرنے کی آواز نے اس کی سوچ کے تسلسل توڑ دیا اس نے فوراً وضو کیا اور نماز پڑھ وہ سیدھا نیچے آئی۔

زبیر نیچے بھی نہیں تھا وہ اسے پورے گھر میں ڈھونڈ چکی تھی لیکن وہ اُسے کہیں نہیں ملا شاید وہ آفس جا چکا تھا۔

رات وہ اُسے اپنی زندگی کی ایک تلخ حقیقت بتا چکا تھا۔

زارا اُسے دیکھ کر اندازہ لگانا چاہتی تھی کہ اُسے اس پر یقین ہے بھی یا نہیں۔

لیکن وہ گھر میں تھا ہی نہیں۔

وہ معمول کے مطابق گھر کے کاموں میں لگ گئی۔

زبیر رات میں آیا تھا اسے بنا کچھ کہے وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔

کھانے کا پوچھنے پر اُس نے صاف منع کر دیا اور پھر یہ روز ہی ہونے لگا۔ اُس دن کے بعد سے زبیر نے اُسے مخاطب کرنا ہی چھوڑ دیا۔

وہ روزانہ صبح وقت پر اُٹھ کر اس کے لیے ناشتہ بناتی اور خاموشی سے اس کے تمام کام کرتی۔ رات کے کھانے پر اس کا گھنٹوں انتظار کرتی تھی۔ وہ جس دن کھانا باہر سے کھا کے آتا تھا ان کے درمیان ایک لفظ کا بھی تبادلہ نہیں ہوتا تھا۔

ناجانے اس کے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔ وہ سوچ کے پریشان رہنے لگی تھی۔

★★★★★

زیان کو گئے دو دن ہو گئے تھے۔

اتنے کم عرصے میں ہی لائبہ اور ظفر کو اُس کی اتنی عادت ہو گئی تھی اس کے جاتے ہی وہ اسے مس کرنے لگے تھے۔ زیان کے آنے سے انھیں ان کا بڑا بھائی مل گیا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

جب تک وہ ان کے ساتھ رہا وہ دونوں اپنا ہر کام اس سے پوچھ کر کرتے تھے وہ

انھیں بہترین مشورہ دیتا اور کامیابی پر دونوں خوشی سے اس سے لپٹ جاتے۔ جبکہ

اس کی اپنی بہن عائشہ نے کبھی بھی انھیں سراہا نہیں تھا۔

عائشہ کو وہ دونوں کم ہی مخاطب کیا کرتے تھے۔ وہ خود بھی پسند نہیں کرتی تھی کہ

کوئی اسے تنگ کرے۔

آج جب لائبہ اسکول سے آئی تو ضد کرنے لگی کہ اُسے زیان سے بات کرنی ہے۔

اس کے بے حد اصرار پر نداخاتون نے اُس سے وعدہ کیا کہ وہ شام میں ان کی بات

کروادیں گی اور دونوں خوشی کے مارے چہک اٹھے تھے۔

شام میں وہ دونوں اپنے کمرے میں بیٹھے ہوم ورک کرنے میں مصروف تھے جب

نداخاتون کمرے میں داخل ہوئیں۔

"مما آپ!"

ظفر اپنی کتابیں بیگ میں ڈال رہا تھا ان پر نظر پڑتے ہی بولا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کیوں میں نہیں آسکتی؟" وہ اس کی بات کا بُرا مان گئیں۔

"آسکتی ہیں مما!، میں نے تو بس ایسے ہی......"

ظفر خجل سا وضاحت دینے لگا۔

"ہمم....زیان کی کال ہے تم دونوں بات کرنا چاہتے تھے نا!"

انھوں نے کہتے ہوئے اسے موبائل تھمایا اور وہاں سے چلی گئیں۔

زیان کا نام سن کر ڈرائنگ کرتی لائبہ اٹھ کے اس کے پاس چلی آئی تھی۔ وہ لوگ ادھر اُدھر کی بات کرتے رہے۔

"زیان بھائی! میں نے آپ کو بہت مس کیا۔ آپ پھر کب آئیں گے؟"

لائبہ نے آخری جملہ افسردگی کے ساتھ ادا کیا۔

موبائل لاؤڈ اسپیکر پر تھا کال کی آواز پورے کمرے میں گونج رہی تھی۔

"ابھی تو کچھ کہا نہیں جا سکتا لیکن جیسے ہی میں کراچی شفٹ ہو جاؤں گا۔ تم دونوں سے روز ملنے آیا کروں گا۔" اس کی بات سن کر وہ دونوں خوشی سے اچھل پڑے

تھے۔

★★★★★

آج آفس کی چھٹی تھی زبیر ناشتے کے بعد لاؤنج میں بیٹھاٹی وی دیکھ رہا تھا جبکہ زارا کچن میں کھڑی اس کے لیے کیک بنا رہی تھی۔

آج زبیر کی سالگرہ تھی اس کی شادی کو چند ماہ ہوئے تھے جب وہ اس گھر میں آئی تھی تو وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کا شوہر کیسا ہے، کس مزاج کا ہے؟

لیکن آہستہ آہستہ وہ اس کے مزاج سے آشنا ہوتی گئی۔وہ ہر اُس کام سے اجتناب کرتی جو زبیر کی ناراضی کا باعث بنتا مگر اپنی پوری کوشش کے باوجود بھی وہ اس پر غصّہ نکالتا یہاں تک کہ کئی بار وہ اُس پر ہاتھ بھی اُٹھا چکا تھا۔

اس کی پسند ناپسند کا اسے لبنٰی چاچی سے پتا چلا تھا اور اس کے سالگرہ کا بھی اسے انھوں نے ہی بتایا تھا۔

وہ زارا کے چہرے پر سجی مسکراہٹ کو کافی دیر سے دیکھ رہا تھا اسے اس طرح دیکھ کر

www.novelsclubb.com

اُسے خوش ہونا چاہیے لیکن وہ خوش نہیں تھا۔

دو دن پہلے جب وہ آفس کے لیے گھر سے نکلا تھا۔اس کی گاڑی خراب تھی جس کی وجہ سے اس نے ٹیکسی لینا پڑتی وہ بس اسٹاپ پر پہنچنے کے ارادے سے نکلا تو اچانک کسی کے پکارنے پر چونک کے پلٹا۔سامنے ایک لڑکا اس کی جانب دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔

اس کے رکتے ہی وہ اس کے قریب چلا آیا اور خوش دلی سے مصافحہ کے لیے ہاتھ آگے کیا تو زبیر نے اس کا ارادہ بھاپ کر اس سے ہاتھ ملا لیا۔

"آپ اس گھر میں رہتے ہیں نا؟"

آنے والے نے انگلی کے اشارے سے اُس کے گھر کی جانب اشارہ کر کے پوچھا تو

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"معاف کیجیے گا لیکن میں نے آپ کو پہچانا نہیں"

وہ اس شخص کو یہاں پہلی بار ہی دیکھ رہا تھا اس لیے معذرت خواہانہ انداز میں بولا۔

"جی! میں چند ہفتے پہلے ہی یہاں سامنے والے گھر میں رہنے آیا ہوں اور خوش قسمتی سے آپ کے ہمسائے ہونے کا شرف حاصل کر چکا ہوں۔"

اس لڑکے کی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔

"اوہ اچھا! یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ دراصل میں شہر سے باہر گیا ہوا تھا تو مجھے پتا نہیں چلا۔" اس نے بھی جوابی مسکراہٹ کے ساتھ وضاحت دی۔

"جی! آپ کی وائف سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔

ایک دو بار گھر پر بھی گیا تھا شاید آپ اُس وقت نہیں تھے اس لیے انھوں نے مجھے گیٹ سے ہی واپس بھیج دیا۔"

"کون..... زارا سے؟" زبیر نے تفتیشی انداز میں پوچھا۔

"جی ان سے ہی۔ آپ اتنے سوئیٹ ہیں جبکہ آپ کی وائف بالکل جھگڑالو قسم کی ہیں۔"

زبیر کی تعریف کرتے ہوئے اس نے زارا کے ساتھ اپنی لڑائی کو یاد کرتے ہوئے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کہا تو زبیر کے چہرے پر ناگواری در آئی۔اس نے ضروری کام کا بتا کے وہاں سے نکل جانا چاہا۔

"ایکسیوزمی مسٹر زبیر! میں نے دیکھا آپ کی کار بند پڑ گئی ہے۔میں بھی باہر ہی جا رہا تھا تو سوچا کیوں نہ آپ کو لفٹ دے دوں۔"

اس لڑکے کی آفر کو وہ قبول نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اس دن نا چاہتے ہوئے بھی اس کے اصرار کرنے پر اسے اس کی مدد لینی پڑی تھی۔

ٹی وی پر چلتی بریکنگ نیوز کی تیز آواز اسے حال میں کھینچ لائی تھی۔

وہ تب سے یہی سوچ رہا تھا کہ زارا نے یہ بات اس سے کیوں چُھپائی تھی۔

پھر یکدم اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا۔وہ ٹی وی بند کر کے صوفے سے اٹھا اور کچن میں کام کرتی زارا پر نظر ڈال کر بنا کچھ بتائے گھر سے نکل گیا۔

زارا نے اون سے کیک نکال کے اسے ڈیکوریٹ کیا اور باقی لوازمات تیار کر کے جب وہ لاؤنج میں آئی تو وہ وہاں سے غائب دیکھا۔

دن سے شام اور شام سے رات ہو گئی تھی لیکن زبیر کا کوئی آتا پتا نہیں تھا۔

آج وہ خاص اس کے لیے تیار ہوئی تھی۔وہ پہلے ہی خوبصورت تھی ہلکے پھلکے میک اپ کے بعد وہ اور حسین لگ رہی تھی۔

اس کے انتظار میں وہ لاونج کے چکر کاٹتی رسٹ واچ پر بار بار نگاہ ڈال رہی تھی۔

ٹھیک آٹھ بجتے ہی دروازے پر بیل ہوئی تو اس نے بنا پوچھے ہی دروازہ کھول دیا۔

اسے لگا تھا کہ زبیر ہو گا۔

”ہائے مس زارا! کیسی ہیں؟“

سامنے زبیر کے بجائے جمشید کو دیکھ کے اس نے دروازہ بند کر دیا جو اسے دیکھتے شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ اس سے گویا ہوا تھا۔

”مس زارا دروازہ کھولیں۔میں زبیر کو سالگرہ وش کرنے آیا ہوں۔“

جمشید نے ہاتھ میں پکڑے باکس کو دیکھتے بند دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے اندر موجود زارا سے کہا۔

جب بار بار کہنے پر بھی دروازہ نہیں کھولا گیا تو وہ وہاں سے چلا گیا۔

کچھ دیر بعد زبیر گھر میں داخل ہوا۔

اچانک دروازہ کھولنے کی آواز سے زارا ڈر گئی تھی لیکن سامنے زبیر کو دیکھ کر اس نے پر سکون سانس لیا۔ پر اس کے لڑکھڑاتے قدم دیکھ کے وہ افسردہ ہو گئی۔

وہ آج پھر نشے کی حالت میں گھر آیا تھا۔

کہتے ہیں کہ کسی کی فطرت کبھی نہیں بدلتی اگر فطرت میں برائی ہو تو وہ کسی مہلک بیماری کی طرح خون میں پھیل جاتی ہے۔

زبیر کو نشے کی بُری لت تھی جسے وہ کبھی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

وہ چلتے ہوئے پھر سے لڑکھڑانے لگا تو زارا نے آگے بڑھ کے اسے سہارا دینا چاہا لیکن اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنے قریب آنے سے روک دیا۔

"وہیں رُک جاؤ تم! ایک قدم بھی آگے مت بڑھانا۔ سمجھی!"

وہ اتنی زور سے چیخا تھا کہ زارا اپنی جگہ پر ساعت کھڑی رہ گئی تھی۔ پچھلے کچھ دنوں

سے اس نے زارا کو مخاطب کرنا چھوڑ دیا تھا۔اس کی خاموشی اسے چبھنے لگی تھی لیکن آج وہ اس کا پرانا روپ دیکھ رہی تھی۔

"زبیر......آپ اس طرح کیوں کہہ رہے؟"

اس نے اس کی آنکھوں میں خون اترتا دیکھ کے پوچھا۔حالانکہ وہ جانتی تھی کوئی بات تو ضرور ہے جس کی وجہ سے وہ پھر سے اس حالت میں گھر لوٹا تھا۔

"وہ جمشید یہاں کیا کر رہا تھا بولو!،ہے کوئی جواب تمہارے پاس؟"

پہلے ہی وہ کچھ دونوں سے اس لڑکے سے ہوئی ملاقات اور اس کی باتیں سوچ کر اندر ہی اندر پیچ وتاب کھا رہا تھا اور ابھی آتے وقت جمشید کو گھر کے باہر دیکھ کر وہ بھڑک گیا۔

"ز....زبیر.....و....وہ یہاں آیا تھا!لیکن......."

وہ منمنائی۔

"لیکن کیا؟ہاں....اُس دن تو بڑی قسمیں کھا رہی تھی کہ تم بے قصور ہو تو پھر آج

وہ یہاں کیا کر رہا تھا؟“

اس نے حقارت سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

”نن...... نہیں! آپ غلط سمجھ رہے ہیں زبیر!“ وہ نفی میں گردن ہلاتے ہوئے اس کے قریب چلی آئی۔

”اوہ! تو تم اُس آدمی کے لیے تیار بیٹھی تھی۔“

زبیر نے اس کے سراپے پر ایک نظر ڈالتے ہوئے استزائیہ انداز میں ہنستے ہوئے کہا اور پھر ہنستا ہی چلا گیا۔ اس کی ہنسی پورے لاونج میں گونج رہی تھی۔

زارا نے خود پر نظر ڈالتے ہوئے اس کے الفاظ پر غور کیا تو اسے اپنا آپ زمین میں ڈھستا ہوا محسوس ہوا۔ اسے زبیر کی سوچ سے گھن آنے لگی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ زبیر اتنا گر سکتا ہے۔

”یہ کیا بول رہے ہیں آپ زبیر، مم... یہ سب میں نے آپ کے لیے کیا۔“ اس وقت اسے اپنی آواز کسی کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔

وہ اس کا شوہر ہو کر اس پر اتنا گھٹیا الزام لگا رہا تھا۔اس نے دکھ اور غصے کے ملے جلے کیفیت میں گھرے اس کی طرف دیکھا۔

''اب تو تم یہی کہو گی۔ تمہاری چوری جو پکڑی گئی ہے۔بہت اچھا بہانا بنایا تم نے، میرے لیے..... ہنہ۔''

اس نے حقارت آمیز لہجے میں طنز کیا۔

''نا جانے کتنوں سے ملتی رہی ہو، دھوکے باز لڑکی!

دفع ہو جاؤ میری نظروں کے سامنے سے۔''

اس نے آگے بڑھ کے اسے بازوؤں سے پکڑ کے گھسیٹتے ہوئے دروازہ کھول کر باہر کر دیا اور دروازہ بند کر کے بڑبڑانے کے انداز میں اسے بُرا بھلا کہتا صوفے پر گر سا گیا۔

''زبیر...... پلیز دروازہ کھولیں!، میری بات سنیں! میں کہاں جاؤں گی اس وقت۔ مجھ پر رحم کھائیں زبیر.... زبیر!!''

وہ دروازہ پیٹتی رہی، روتی رہی۔اس کی منتیں کرتی رہی لیکن اس بے حس انسان نے اُس کی ایک نہ سنی اور نہ ہی دروازہ کھولنے پر آمادہ ہوا۔اندر بیٹھا شخص واقعی پتھر تھا۔

وہ اُس کا مجازی خدا تھا لیکن شاید وہ خود کو خدا سمجھ بیٹھا تھا۔در حقیقت وہ تو انسان کہلانے کے لائق ہی نہیں تھا۔رات کے اس وقت کون کسی کو یوں بے گھر کرتا ہے؟ وہ اس کی عزت تھی،اُس کے لیے اپنا آپ مار ڈالا تھا اور بدلے میں چاہتی ہی کیا تھی۔اُس کا ساتھ،اس کے دل میں اپنے لیے تھوڑی سی جگہ اور محبت۔

سارے جہانوں کا مالک اپنے بندوں کو موقع پر موقع دیتا ہے،گناہگار سے گناہگار بندوں کے لیے بھی اپنا در بند نہیں کرتا۔بس ایک بار رجوع کرنے کی دیری ہوتی ہے اور وہ آگے بڑھ کر اسے تھام لیتا ہے۔اس کے در پر اتنی رعایت ہے تو پھر یہ ادنٰی سا انسان کس بنا پر اسے نا کردہ غلطی کی سزا دے رہا تھا۔

کیا اس کا خلوص بے معنی تھا یا اس کی قسمت میں عمر بھر صبر کرنا لکھا تھا۔اس کے

خلوص پر شک کیا گیا تھا اور اس پر گھٹیا الزام لگانے والا اور کوئی نہیں اس کا مجازی خدا تھا لیکن وہ خود کو خدا تصور کر بیٹھا تھا تبھی خود کو سارے اختیار کا مالک سمجھ رہا تھا۔

"زبیر احمد! تم میرے خدا نہیں ہو،

تم انسان ہو اور نچلے درجے کے انسان ہی رہوں گے جس کی اس دنیا میں کوئی جگہ نہیں

دیکھ لینا ایک دن تم اپنے کیے پر بہت پچھتاؤں گے لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی ہو گی

تمہارا یہ ظلم تمہیں کبھی چین سے جینے نہیں دے گا

میں تمہیں بددعا نہیں دے رہی لیکن میرا رب تمہارے کیے کی سزا ضرور دے گا۔

وہ روتے روتے خاموش ہو گئی تھی۔ سوچوں کے گرداب میں پھنسی زارا کسی احساس کے ساتھ اپنے آنسو صاف کرتی وہاں سے اٹھ گئی۔ اب آگے کا سفر اُسے

www.novelsclubb.com

اکیلے ہی طے کرنا تھا۔

کہاں جانا ہے، کس کے پاس رہنا ہے وہ نہیں جانتی تھی لیکن اس تذلیل کے بعد وہ اس شخص کے ساتھ ہر گز نہیں رہ سکتی تھی۔ جس نے بنا سوچے سمجھے اس کی ذات پر نہ صرف کیچڑ اُچھالا تھا بلکہ اسے آدھی رات کو بے آسرا کر کے چھوڑ دیا تھا۔ وہ اس کے شکی مزاج کو فراموش کر کے اتنے عرصے اس کے ظلم و ستم کو سہہ رہی تھی لیکن زبیر کو نہ بدلنا تھا سو وہ نہ بدلا۔ اس کے ساتھ گزارے دن ورات کسی فلم کی طرح اس کی آنکھوں کے سامنے تھے، وہ بوجھل قدموں سے چلتی بہت آگے نکل آئی تھی۔ مسلسل رونے کے باعث اس کا حلق خشک ہو گیا تھا اور آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں البتہ آنسو تھم گئے تھے مگر چہرے پر اب بھی اس کے نقش باقی تھے۔

وہ ماؤف دماغ کے ساتھ چلتی سڑک عبور کرنے کے لیے آگے بڑھی تھی کہ اچانک سے ایک گاڑی اس کے عین قریب آ کے رُک گئی۔ غالباً گاڑی کے مالک کی مہربانی تھی جس نے وقت پر بریک لگا کر اسے حادثے سے بچا لیا تھا۔

ہیڈلائٹ کی روشنی سے اس کی آنکھیں چندھیا سی گئیں اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

”نظر نہیں آتا ہے کیا؟خودکشی کرنے کے لیے میری گاڑی ملی تھی۔“

اس سے پہلے وہ کچھ سمجھ پاتی گاڑی کا مالک بڑبڑاتے ہوئے کار کا فرنٹ سیٹ کھول کے باہر نکلا اور اس پر نظر پڑتے ہی وہ لمحے بھر کو خاموش ہو گیا۔اسے پہچاننے میں چند سیکنڈ ہی لگے تھے۔

"آپ......آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟ مس زارا!“

لیکن اُس نے کوئی جواب نہیں دیا۔وہ گم صم سے کھڑی رہی جیسے کچھ سُنا ہی نہ ہو۔

”ایکسیوزمی...زارا۔آپ اتنی رات گئے اس طرح سُنسان سڑک پر اکیلی کیا کر رہی ہیں؟“

اس کی خاموشی کا نوٹس لیتے اس نے دوبارہ پوچھا۔

وہ اس کے استفسار پر چونک گئی تھی پھر خود پر قابو پاتے وہ خاموشی سے آگے بڑھ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

گئی۔اس کی اس حرکت پر مقابل کو اس کی دماغی حالت پر شک ہوا۔

اگر وہ اُس سے کبھی ملا نہیں ہوتا تو ضرور اسے پاگل سمجھتا لیکن وہ اس لڑکی سے واقف تھا۔وہ یوں چُپ چاپ نہیں رہتی تھی۔اگر اسے معلوم ہوتا کہ اس نے چپ چاپ کتنی تکالیف سہی ہیں تو وہ اس وقت ایسے اندازے سے پرہیز کرتا۔

"ہیلو!!رُکو کہاں جا رہی ہو؟"

وہ ہوا میں ہاتھ بلند کر کے آواز لگانے لگا جب اس نے پلٹنے یا رکنے کی کوشش نہیں کی تو وہ دوڑتا ہوا اس کے پیچھے چلا آیا۔

"آپ کہاں جا رہی ہیں؟ چلیں میں آپ کو گھر چھوڑ دیتا ہوں۔"

اس کے قریب آتے ہی اس نے آفر کی۔

"گھر؟" سپاٹ سے انداز میں اس نے گھر پر زور دیا۔

"جی.....آپ کے گھر!آپ کے شوہر آپ کا انتظار کر رہے ہوں گے۔کچھ دن پہلے میری اُن سے ملاقات ہوئی تھی ان کی کار خراب تھی تو میں نے ہی انھیں

آفس ڈراپ کیا تھا۔"

وہ اسے زبیر اور اپنی ملاقات کے متعلق بنا رہا تھا۔

"نہیں مجھے کہیں نہیں جانا۔ ہٹیں یہاں سے اور دوبارہ مجھے روکنے کی کوشش مت کیجیے گا۔"

اس کی گھٹی گھٹی آواز سنائی تھی۔

زبیر کا ذکر سنتے ہی اس کا دم گھٹنے لگا تھا۔اس نے آنسوؤں کو حلق کے نیچے اُتارتے ضبط کے ساتھ تلخی سے کہا اور سامنے سے گزرتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔

"عجیب لڑکی ہے ایک تو میں نے اسے بچایا بھائے شکریہ ادا کرنے کے مجھے ہی سُنا گئی۔ خیر! کہیں بھی جائے میری بلا سے۔ کونسا یہ میری ذمہ داری ہے۔"

وہ کندھے اُچکاتے ہوئے واپس آ کے کار میں بیٹھ گیا۔

کچھ دیر مرر میں اسے جاتا دیکھنے کے بعد اس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

زارا ابھی چند قدم آگے آئی تھی کہ دو چار لڑکے نے اسے دیکھتے ہی قطار میں

کھڑے ہو گئے۔

''کہاں جارہی ہیں میڈم! کہیں تو ہم چھوڑ دیں۔''

ان کے بلند و بانگ قہقہے سن کر اس کے چلتے قدم رُک گئے۔اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے انھیں نظر انداز کرتی وہ آگے بڑھی ہی تھی کہ اسے اپنے پیچھے ان کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔اچانک اس افتاد پر وہ وہاں سے بھاگ جانے کے ارادے سے پلٹی تو وہ کار اسی جگہ کھڑی دیکھ کر اس کو کچھ حوصلہ ملا۔شاید وہ اسے تنہا چھوڑ کے جانے پر آمادہ نہیں تھا یا کسی وجہ سے اب تک اُسی جگہ پر موجود تھا اسے خود کو ان لڑکوں سے بچانے کے لیے اس کی اور بھاگنا تھا اور اس نے ایسا ہی کیا۔قریب آتے لڑکوں پر ایک نگاہ ڈالتے وہ تیزی سے بھاگتی ہوئی اُس کار کی جانب دوڑ پڑی تھی۔

''در......دروازہ کھولو پلیز!''

اس نے پھولی ہوئی سانس کے درمیان اسے دروازہ کھولنے کو کہا تو اُس نے فوراً ہاتھ بڑھا کے دروازہ کھولا۔زارا ایک لمحے کی دیری کیے بغیر اندر بیٹھ گئ

اس نے کار سے اتر کر ایک جھٹکے سے دروازہ بند کیا اور پھر واپس اپنی سیٹ سنبھالتے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ اسے دیکھ کر وہ لڑکے جیسے آئے تھے ویسے ہی الٹے پاؤں واپس چلے گئے تھے۔

وہ زارا کے عجیب رویے سے پیچ و تاب کھاتا گاڑی اسٹارٹ کرنے ہی لگا تھا کہ ان لڑکوں پر اس کی نظر پڑ گئی اور وہ اس کے تلخ جملوں کو نظر انداز کر کے وہی بیٹھے اس کے واپس لوٹنے کا انتظار کرنے لگا۔

زارا کے کار میں بیٹھتے ہی وہ زن سے کار کی اسپیڈ بڑھا چکا تھا اور اب اُس جگہ سے بہت دور نکل آئے تھے۔

اس نے پر سکون انداز میں ڈرائیو کرتے زارا کو مخاطب کیا۔

”مجھے نہیں لگا تھا آئندہ کبھی آپ سے ملاقات ہو پائے گی لیکن قسمت میں ہمارا ملنا لکھا تھا۔

آپ اپنے گھر نہیں جا رہی تو پھر آپ نے کہاں جانا ہے؟“

www.novelsclubb.com

گم صم بیٹھی زارا سے اس نے پوچھا پر کوئی جواب نہیں ملا تو اس نے پیچھے مڑ کر اسے ایک مرتبہ پھر مخاطب کیا پتا نہیں وہ اُسے سن بھی رہی تھی یا نہیں۔اس کے پکارنے پر وہ ہڑبڑا کر اسے دیکھنے لگی۔

"آپ ٹھیک ہیں؟"

"جی!" وہ مختصراً بولی۔

"تو بتائیں میں نے ابھی کیا پوچھا تھا!"

"کک.... کیا؟ کیا پوچھ رہے تھے آپ؟"

اس کی مدھم اور کھوئی کھوئی سی آواز گاڑی میں سنائی دی۔

"آپ کو کہاں جانا ہے؟" اس بار وہ حیران ہوا تھا

"کہیں بھی!، بس میں یہاں سے دور چلی جانا چاہتی ہوں۔"

اُس کے لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ جس نے اسے مزید کچھ پوچھنے سے روک دیا تھا اور ایسا دوسری مرتبہ ہوا تھا پہلی بار جب وہ اس سے آخری بار ملا تھا تب اور ابھی اس کار

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

میں۔

جواب ملتے ہی اس نے کار کی اسپیڈ بڑھالی اس کے بعد کار میں مکمل خاموشی تھی۔

وہ اس جگہ سے کافی دور آچکے تھے راستے میں وہ کئی بار گاڑی روک کر رات کے وقت کھلی دُکانوں سے کھانے پینے کی چیزیں خریدتا اور اسے بھی پیش کرتا لیکن وہ ہر بار یہ کہہ کر انکار کر دیتی کہ اسے بھوک نہیں ہے اور وہ کندھے اچکاتے اس سے بھرپور انصاف کرتا اگر وہ اکیلا ہوتا تو کسی جگہ پر گاڑی روک کر کچھ دیر آرام کر لیتا پر اس کی موجودگی میں وہ جلد از جلد کراچی پہنچنا چاہتا تھا۔

”کراچی میں آپ کا کوئی ہے، میرا مطلب کوئی رشتے دار، بہن، بھائی؟“

ایک طویل خاموشی کے بعد اس نے اُسے مخاطب کیا تھا۔

”دیکھیں بُرا مت مانیے گا، میں یہ صرف اس لیے پوچھ رہا ہوں کیوں کہ مجھے پتہ ہونا چاہیے کہ آخر وہاں پہنچ کر آپ کو کہاں چھوڑنا ہے۔“

اس کا سپاٹ اور الجھا ہوا چہرہ دیکھ کے وہ وضاحت دینے لگا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

''آپ مجھے وہاں کسی ہوٹل میں چھوڑ دیجیے گا''

اس نے کچھ دیر سوچتے ہوئے ایک جملے میں بات ختم کر دی تھی۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ آخر ایسی کیا بات ہے جس کی وجہ سے وہ رات گئے اس طرح اکیلی گھر سے باہر تھی لیکن اس وقت اُس سے پوچھنا مناسب نہیں تھا۔ کار میں ایک بار پھر سے گہری خاموشی چھا گئی تھی۔

وہ طویل سفر کے دوران گانے سننے کا عادی تھا پر صرف اس وجہ سے ساؤنڈ پلئیر آن کرنے سے گریز کر رہا تھا کہ کہیں وہ اس کا غلط مطلب نہ نکال لے۔ وہ میوزک آن کرنے سے پہلے اس سے اجازت لینے کے لیے پیچھے موڑا تو زارا کار کے دروازے سے لگی سو رہی تھی۔

اگر وہ ایک سو بیس یا ایک سو بارہ کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے بھی گاڑی چلاتا تب بھی اُسے لاہور سے کراچی پہنچنے میں گیارہ سے بارہ گھنٹے لگ جاتے اور خاموشی سے ڈرائیو کرتے آنکھ لگنے کی صورت میں اس کی کار کا ایکسیڈنٹ ہو سکتا تھا۔

اس لیے وہ وقفے وقفے سے راستے میں موجود کیفے یا ڈھابے سے کافی یا چائے پی رہا تھا لیکن کچھ آگے نکل آنے کے بعد اس سنسان علاقے میں سفر کرتے ہوئے اسے کوئی ہوٹل یا دکان نظر نہیں آ رہی تھی۔ رات کے اس وقت یہاں کے مکین ہوش و خروش سے بیگانے نیند کے مزے لے رہے تھے۔ اس لیے میوزک کے ذریعے وہ خود کو جگائے رکھنا چاہتا تھا لیکن اس کی نیند ڈسٹرب نہ ہو جائے اس لیے وہ خاموشی سے ڈرائیو کرتے اس کے جاگنے کا انتظار کر رہا تھا۔

وہ لوگ رات کے دس بجے نکلے تھے اور اب رات کے دو بج رہے تھے یعنی اب بھی چھ سے سات گھنٹے کا سفر طے کرنا رہتا تھا۔

اس کی بد قسمتی تھی کہ کچھ آگے جاتے ہی ایک سنسان سڑک پر گاڑی ایک جھٹکے کے بند پڑ گئی۔

جھٹکا لگنے سے زارا کی آنکھ کھل گئی اور وہ اسے کار کی مدھم روشنی میں اپنا سر ہاتھوں میں دیے بیٹھا نظر آیا۔

www.novelsclubb.com

''کیا ہوا، آپ نے گاڑی کیوں روک دی؟''اس سے پوچھا۔

''کار از آوٹ آف فیول!''اس نے غصے سے اسٹیئرنگ پر ہاتھ مارتے ہوئے بتایا۔

''آپ پریشان نہ ہوں، میں دیکھتا ہوں۔''اس کے چہرے پر پریشانی نوٹ کرتے اس نے کہا اور اپنا موبائل لیے کار سے نیچے اترتے ہی ٹارچ آن کر کے پیچھے ڈگی کی جانب بڑھ گیا۔

وہ خاموشی سے بیٹھی محتیاط انداز میں ساری کاروائی دیکھتی خود کو آنکھ لگ جانے پر ڈپٹ رہی تھی۔ وہ ایک انجان شخص پر بھروسہ کرنے کی غلطی نہیں کر سکتی تھی ۔اس نے اس کی مدد بھی مجبوری میں لی تھی اور اب اسے ہوشیار رہنا تھا۔اچانک اسے جمشید والا واقعہ یاد آیا تو اس کے رگوں میں ایک سرسراہٹ دوڑ گئ۔

وہ کب واپس آ کے سیٹ پر بیٹھا اور کب کار اسٹارٹ ہوئی اسے کچھ پتا نہیں چلا۔

''شکر ہے آپ اٹھ گئیں۔''اسے گم صم دیکھ کر اس نے اُسے مخاطب کیا۔

اس کے اُٹھنے سے ایک فائدہ ہوا تھا کہ وہ اب میوزک سُن سکتا تھا کہ اپنی نیند پر قابو

پا سکے۔

وہ دونوں تقریباً صبح ساڑھے نو بجے کے قریب کراچی کے احاطے میں داخل ہوئے تھے۔

پھر مسلسل ایک سے ڈیڑھ گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد ایک خوبصورت سے گھر کے باہر کار رک گئی تھی۔

"آپ نیچے اتر جائیں!" اس نے پیچھے بیٹھی زارا کو مخاطب کیا تو خاموشی سے نیچے اتر گئی۔

اس کے اترتے ہی وہ کار پورچ میں کھڑی کر کے اس کی طرف آیا تھا۔ "چلیں!"

"ایکسیوز مسٹر! یہ آپ کہاں لے آئے ہیں مجھے؟ میں نے آپ کو کہا بھی تھا کہ مجھے کسی ہوٹل میں چھوڑ دیں۔"

وہ پریشانی اور غصے کی ملے جلے تاثرات لیے بلند آواز میں اس سے بولی تھی۔

"یہ میرا گھر ہے! اندر آجائیں اور دیکھیں آپ پریشان مت ہوں کچھ دیر کے لیے

آرام کرلیں۔ پھر آپ جہاں کہیں گی میں چھوڑ دوں گا۔" اس نے مدد کی نیت سے اس سے کہا اور ساتھ ہی دائیں ہاتھ سے اپنی پیشانی کو ملتے ہوئے سر درد کو کم کرنے کی کوشش کی لیکن وہ اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہ ہلی۔

"نہیں.... مجھے اندر نہیں جانا۔"

اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو آپ کیا چاہتی ہیں کہ میں آپ کو ابھی کسی ہوٹل میں چھوڑ آؤں۔ یہ جانتے ہوئے کہ آپ کے پاس اس وقت ٹیکسی کا کرایہ تک نہیں۔ ہوٹل والے فری میں تو آپ کو روم دینے سے رہیں۔"

وہ ناچاہ کر بھی تلخ ہوا تھا ساری رات جاگنے اور ڈرائیونگ کی تھکاوٹ کی وجہ سے اس کا سر میں درد سے پھٹ رہا تھا اور وہ اس وقت دھوپ میں کھڑی اس سے بحث کر رہی تھی۔ اس کی وضاحت کے بعد بھی وہ ٹس سے مس نہ ہوئی تھی اس کا دل کیا وہ اپنا سر پیٹ لے۔

www.novelsclubb.com

''ٹھیک ہے۔آپ کو اندر نہیں آنا تو مت آئیں۔آپ کی مرضی ہے وہ رہا دروازہ آپ جہاں چاہیں جاسکتی ہیں۔''

انگلی کے اشارے سے وہ دروازے کی سمت اشارہ کرتے ہوئے بولا اور آگے بڑھ گیا۔

''اور یاد رہے ایک انجان شہر میں اس وقت اس حالت میں کہیں بھی جانا خطرے سے خالی نہیں۔اگر تم میں ذرا بھی عقل ہو تو اس بات کو سمجھ جاؤ گی۔''

وہ اس پر ایک چھبتی ہوئی نگاہ ڈالنے کے بعد آگے بڑھ کر سامنے کھڑے ایک بزرگ سے ہاتھ ملا رہا تھا جو کب سے گیٹ پر کھڑے اس کے منتظر تھے۔شاید وہ گھر کے ملازم تھے اور ان کی آمد سے باخبر تھے۔

زارا نے اپنے سراپے پر نظر ڈالی اور لب بھینچے ان دونوں کو آگے جاتا دیکھتی رہی۔

وہ ٹھیک تو کہہ رہا تھا وہ جس حالت میں گھر سے نکالی گئی تھی اس کے پاس زہر کھانے تک کے پیسے نہیں تھے۔اگر وہ کسی ہوٹل میں ٹھہرتی تب بھی اسے رقم

چاہیے تھیں جو اس وقت اس کے پاس نہیں تھیں۔

"پتا نہیں زندگی مجھ سے اور کیا چاہتی ہے۔ جو بھی ہو میں اس شخص کے بھروسے یہاں نہیں رہ سکتی مجھے جلد از جلد یہاں سے نکالنا پڑے گا۔"

اس نے دل میں سوچا اور شکستہ قدموں سے چلتی اس کے پیچھے چلی آئی۔

پورا گارڈن مختلف اقسام کے پھولوں سے بھرا پڑا تھا، ہر طرف سبزہ ہی سبزہ جسے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

ابراہیم خان اس گھر کے مالی تھے ملک صاحب کے یو ایس جانے کے بعد وہ اور ان کی بہن فہمیدہ اس گھر کی دیکھ بھال کرتے تھے۔

وہ دونوں ایک دوسرے سے بات کرتے ہوئے چلتے ہوئے اب دروازہ پار کر چکے تھے۔

"فہمیدہ آنٹی کہاں ہیں؟" اس نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا۔

"اندر ہی ہے آپ کا کمرہ ٹھیک کر رہی تھی، آئیں نا!۔" ابراہیم نے بتایا۔

”چھوٹے بابا! یہ کون ہے؟“

ابراہیم چاچا نے پیچھے مڑ کر انگلی کے اشارہ کرتے پوچھا تو وہ رک گیا۔ پیچھے مڑتے ہی ایک بار پھر سے اس کے لبوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔ وہ تو سوچ رہا تھا کہ زارا وہاں سے چلی گئی ہے لیکن وہ یہیں تھی۔

”یہ زارا ہیں۔ ہماری مہمان..... کچھ دن یہیں ہمارے ساتھ رہیں گی آپ فہمیدہ آنٹی کو کہہ کر ان کا کمرہ تیار کروادیں۔“

زارا کی نظر جب ان دونوں پر پڑی تو وہ ان کی طرف چلی آئی۔ یہ شہر انجان نہیں تھا لیکن اسے انجان لوگوں کے درمیان ہر منظر اجنبی لگ رہا تھا وہ انھیں سلام کا جواب دینے کے بعد وہیں کھڑی اپنے ہاتھوں کی انگلیاں چٹکانے لگی۔

”چلیں!“ زیان کے مخاطب کرتے ہی وہ ان دونوں کے پیچھے چلنے لگے۔ تینوں اس وقت لاؤنج میں چلے آئے تھے۔

اس کا گھر جتنا باہر سے خوبصورت تھا اندر سے اتنا ہی شاندار اور آرائش کا منہ بولتا

ثبوت تھا۔ تمام چیزیں نفاست اور سلیقے سے رکھی تھیں۔ دیواروں پر آویزاں بیش قیمتیں پینٹنگز پر اس کی نظریں ٹھہر گئیں۔ اس نے دل میں ذوق کو سراہا۔

ایسا لگتا تھا حال ہی میں اس گھر کی تعمیر ہوئی تھی۔

"مس زارا!" اسے گم صم دیکھ کے زیان نے اُسے پکارا تو اس کی محویت ٹوٹ گئ اور وہ شرمندہ نظر آنے لگی۔

"گھر کے ملازم میری فیملی جیسے ہیں میں نے انھیں آپ کو اپنا مہمان کہہ کر متعارف کروایا ہے۔

آپ جب تک یہاں ہیں میری مہمان ہیں اور جتنے دن چاہیں یہاں رہ سکتی ہیں اور اگر یہاں رہنے میں کوئی پریشانی ہے تو آپ مجھے اپنے کسی رشتے دار کا پتا بتا دیں میں آپ کو وہاں چھوڑ آؤں گا لیکن ابھی مجھے بہت نیند آرہی ہے یقیناً آپ بھی تھک گئ ہوں گی تو آرام کر لیں۔

"فہمیدہ آنٹی! آپ انھیں کمرہ دکھادیں۔" اس نے لاؤنج میں داخل ہوتی فہمیدہ

خاتون کو دیکھتے ہی مخاطب کیا۔

"سنیں کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو بلا جھجک بتا دیجیے گا۔" وہ اپنے کمرے میں چلا گیا تھا اور

فہمیدہ خاتون اسے کمرے میں چھوڑنے کے بعد وہاں سے چلی گئی تھیں اور کچھ دیر بعد وہ اس کے لیے جوس دے گئی تھیں۔

کمرہ بہت زیادہ بڑا نہیں تھا لیکن اس کے وسط میں درمیانہ سائز کا خوبصورت سا بیڈ تھا، کمرے میں لائٹ رنگ کے پردے لگے تھے اور ایک اسٹڈی ٹیبل جس پر چند کتابیں سلیقے سے رکھی تھیں۔

وہ اب بھی رات والے ڈریس میں تھی دوپٹے کو سر پر ٹھیک سے لپیٹ رکھا تھا۔ اس وقت اس کے پاس پہننے کے لیے اور کوئی کپڑا نہیں تھا اور نہ ہی وہ اپنے ساتھ کوئی بھی سامان لے کر نہیں آئی تھی۔ اُسے موقع ہی کہاں ملا تھا کہ وہ اپنے ساتھ کچھ لے آتی بلکہ اُسے رات میں بے یار و مددگار گھر سے نکال دیا گیا تھا۔

کچھ دیر یونہی بیٹھے رہنے کے بعد وہ اٹھی اور کمرے کے ساتھ بنے واش روم میں گھپتیں گئی۔اس نے ہاتھ منہ دھویا اور دوپٹے کو دوبارہ سے اپنے گرد لپیٹا اور باہر آگئی۔

★★★★★

جب زبیر کی آنکھ کھلی تو اس کا سر درد سے پھٹ رہا تھا۔کل رات حد سے زیادہ نشہ کرنے کے باعث وہ دوپہر تک سوتا رہا۔اس کی آنکھ کھلی تو وہ زارا کو آواز لگانے لگا۔ وہ یہ بھول گیا تھا کہ کل رات اس نے کس طرح اسے دھکا دے کر گھر سے باہر نکال دیا تھا صرف یہی نہیں اس پر گھٹیا الزام بھی لگایا تھا اور اس کے چلانے اور رونے کے باوجود بھی اس نے دروازہ نہیں کھولا تھا۔

کیک اپنی ناقدری پر بین کر رہا تھا جو کل زارا نے اس کے لیے بنایا تھا۔

اس نے بھاری ہوتے سر کے ساتھ اسے پورے گھر میں ڈھونڈا جب وہ اسے کہیں نظر نہیں آئی تو اسی حالت میں وہ کار لے کر باہر نکل گیا۔اُجڑے بال،ادھ فولڈ

آستین اور جوتوں سے بے نیاز وہاں کی سڑکوں پر کئی گھنٹے تک گاڑی دوڑانے کے بعد بھی اُسے مایوسی ملی تھی۔

وہ تھک ہار کر مایوس ساجب گھر لوٹا تو وہ کہیں سے بھی کل رات والا زبیر نہیں لگ رہا تھا۔

بار بار اس کے ذہن میں ایک ہی خیال آرہا تھا

کہ کیا وہ اسے چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ ہر بار وہ اپنی سوچ کی نفی کر دیتا پر سچ تو یہی تھا وہ جا چکی تھی اور وہ اسی کے لائق تھا۔

"تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتی

نہیں جا سکتی تم مجھے چھوڑ کر!

سنا تم نے......

میں تمہیں ڈھونڈ نکالوں گا۔"

پورا دن خوار ہونے کے بعد وہ اپنے بالوں کو مُٹھی میں لیے دیوانہ وار چیخ رہا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

★★★★★

عائشہ اپنے کمرے میں ٹہلتے ہوئے کسی سے فون پر بات کر رہی تھی۔کال کٹتے ہی موبائل کو بیڈ پر اچھال کے کمرے سے نکلی اور سیدھا لاؤنج میں چلی آئی جہاں ندا خاتون بیٹھی چائے کی چسکیاں لے رہی تھیں۔

”مما مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔“وہ صوفے پر پڑا کشن اُٹھا کر اسے گود میں رکھتے ہوئے بنا کسی تمہید کے بولی تو ندا خاتون نے ایک گھونٹ بھرنے کے چائے کا کپ میز پر رکھ دیا۔

”ہاں بولو!“وہ اس کی طرف متوجہ ہو گئی تھیں۔

”میں کسی کو پسند کرتی ہوں مما اور ہم دونوں شادی کرنا چاہتے ہیں۔وہ کچھ دن میں اپنی ممی پاپا کو ہمارے گھر رشتے کے لیے بھیج رہا ہے۔“

عائشہ ان کے چہرے کے تاثرات دیکھنے کے لیے رکی تھی۔اس کی بات سن کر ندا خاتون کو شدید جھٹکا لگا۔

www.novelsclubb.com

”یہ تم کیا کہہ رہی عائشہ! تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا! انھوں نے غصے سے ہنکارا۔

”اس میں غلط کیا ہے مما! ہم دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں اور ایک نئی زندگی کی شروعات کرنا چاہتے ہیں۔ نانا ابو کو آپ اور بابا پر کوئی اعتراض نہیں تھا تو پھر آپ اتنا حیران کیوں ہو رہی ہیں۔“

اس نے ماں کی حیرانی پر ان کے اور نعیم کی شادی کا تذکرہ کیا تو وہ چلانے لگیں۔

”چپ ہو جاؤ عائشہ۔ آگے ایک لفظ نہ کہنا تم۔

تم اس قدر بد تمیز ہو گئی ہو کہ بڑوں کا لحاظ تک بھول گئی۔ جاؤ اپنے کمرے میں۔“

انھوں نے غصے سے کہا پر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

”مما! آپ میرے ساتھ ایسے نہیں کر سکتیں۔“

عائشہ ہار ماننے والوں میں سے نہیں تھی۔

”میں کسی بھی ایرے غیرے سے تمہاری شادی ہر گز نہیں کروں گی عائشہ! یہ

بات کان کھول کر سن لو تم !اور بہتر ہو گا یہ خیال اپنے دل سے نکال دو تو اچھا ہے۔"

انھوں تنبیہ انداز میں کہتے ہوئے چائے کا کپ اٹھایا جواب ٹھنڈی ہو گئی تھی اور وہاں سے اپنے کمرے میں چلی گئیں۔عائشہ انھیں پیچھے سے آواز دیتی رہی لیکن انھوں نے مڑ کے بھی نہیں دیکھا۔

اُس رات جب نداخاتون نعیم صاحب کو عائشہ کی پسندیدگی کے متعلق آگاہ کیا تو انھوں نے یہی کہا کہ انھیں کوئی مسئلہ نہیں ہے اگر وہ لڑکا واقعی اچھا ہوا تو وہ اس رشتے کے بارے میں سوچیں گے۔نداخاتون ہر چیز میں اپنی من مانی کرنے کی عادی تھی لیکن بچوں کے معاملے میں نعیم صاحب کی مرضی بھی اہمیت کی حامل تھی۔نعیم صاحب کا عائشہ کی طرف جھکاؤ دیکھ کر انھیں اپنا سالوں سے دیکھا خواب بکھر جانے کا اندیشہ ہوا۔اس پریشانی میں انھوں نے ساری رات کروٹیں بدلتے گزار دی۔

★★★★★

رات میں اس کی کئی بار آنکھ کھلی تھی۔نئی جگہ پر وہ ٹھیک سے سو نہیں پائی تھی۔

بھوک کے باعث اس کے پیٹ میں چوہے کود رہے تھے مگر وہ خود میں اتنا ہمت

نہیں کر پائی تھی کہ جا کے اس گھر کے مقیم سے کھانے کے لیے کچھ مانگ سکے۔

فجر کی نماز پڑھنے کے بعد وہ بیٹھی سوچتی رہی کہ آگے کیا کرنا ہے، کہاں جانا ہے۔

زبیر کے اس رویے کے بعد وہ کبھی واپس جانے کو تیار نہیں تھی بلکہ یہی رہ کر اپنی

بڑی پھوپھی کا پتا کروانا چاہتی تھی لیکن اس کے پاس نہ تو ان کا فون نمبر تھا اور نہ ہی

کوئی ایڈریس اور نشانی۔اس نے انھیں بچپن میں دیکھا تھا اور اب تو ان کے نقوش

گڈمڈ ہو چکے تھے۔

جب فہمیدہ خاتون اسے ناشتے کے لیے بلانے آئیں تو اس نے اپنا من بنا لیا تھا کہ

جب تک اسے کوئی دوسرا ٹھکانہ نہیں مل جاتا وہ یہیں رہے گی۔

وہ فہمیدہ خاتون کے ساتھ ڈائنگ ٹیبل پر پہنچی تو وہ وہاں بیٹھا بڑے انہماک سے اپنی

پلیٹ پر جھکا آملیٹ کی ٹکڑے کاٹ کاٹ کر منہ میں رکھ رہا تھا۔ جیسے ہی اس کی اس پر نظر پڑی اس نے مسکرا سر کو جنبش دے کر سلام کیا اور بیٹھنے کا اشارہ کر کے گلاس میں جوس انڈیلنے لگا۔

"فہمیدہ آنٹی زارا کے لیے جوس لے آئیں۔" اس نے سامنے کھڑی فہمیدہ خاتون کو مخاطب کیا۔

وہ خاموشی سے وہاں بیٹھ گئی۔ جب تک وہ ناشتہ کرتی رہی وہ وہیں بیٹھا انتظار کرتا رہا۔

اس نے دو ٹوسٹ لیے تھے۔ اسے کھانے سے ہاتھ کھینچتے دیکھ کر اس نے اپنے جوس کا گلاس زارا کی جانب بڑھا دیا تھا۔

"تو پھر کیا سوچا آپ نے؟"

جب وہ ناشتے سے فارغ ہوئی تو اس نے پوچھا۔

"میں چند دنوں میں یہاں چلی جاؤں گی۔ جب تک مجھے کوئی دوسرا ٹھکانہ نہیں مل

جاتا مجھے یہاں رکنے میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" اس نے جھکی نظروں کے ساتھ اپنا فیصلہ سنایا تو وہ پر سکون سا ہو گیا۔ اس نے اُس کے فیصلے کو سراہا تھا ورنہ کل وہ جس طرح بے وقوفانہ باتیں کر رہی تھیں وہ اسے اس کی کم عقلی ہی سمجھ رہا تھا۔

وہ جان گیا تھا کہ کم از کم اس شہر میں اس کا اپنا کوئی نہیں ہے تبھی وہ اسے کسی ہوٹل میں چھوڑنے کا کہہ رہی تھی۔ اس لیے کل رات اس نے اس بارے میں کوئی بات نہیں کی تھی کیوں کہ وہ چاہتا تھا کہ زارا خود ہی فیصلہ کرے کہ اسے کیا کرنا ہے۔

فہمیدہ خاتون تب تک جوس کا گلاس لے آئی تھیں زارا کمرے میں جانے کے ارادے سے وہاں سے اٹھی تو بے دھیانی میں فہمیدہ خاتون سے ٹکرا گئی۔ اس ٹکراؤ سے فہمیدہ خاتون کے ہاتھ سے جوس کا گلاس چھوٹ کر زمین بوس ہو گیا۔

وہ پیچھے ہٹتی تب تک جوس کے چند قطرے اس کے کپڑے پر گر گئے تھے۔

"او نو!" اپنے کرتے کی یہ حالت دیکھ کر وہ روہانسی ہو گئی۔ اس وقت اس کے پاس پہننے کے لیے سوائے اس جوڑے کے کچھ نہیں تھا۔

”اوہ سوری بیٹا!،“

اس کی پریشان صورت دیکھ کر اپنے غلطی نہ ہونے کے باوجود فہمیدہ خاتون معذرت گواہ لہجے میں کہا تو زارا کو شرمندگی نے گھیر لیا۔

”نہیں... نہیں... پلیز آپ مجھ سے معافی مت مانگیں۔ مجھے دیکھ کر چلنا چاہیے تھا۔“

اصل میں غلطی بھی اس کی اپنی تھی وہ بنا پیچھے دیکھے اچانک سے اُٹھی تھی اور فہمیدہ خاتون سے ٹکرا گئی تھی۔

وہ اپنی کرسی چھوڑ چکا تھا جبکہ فہمیدہ خاتون وہاں سے کانچ کے ٹکڑے اُٹھا کر جا چکی تھیں۔

”آپ ٹھیک ہیں؟“ اس نے زارا کو پریشان دیکھ کر پوچھا۔

”جی!“ اس نے سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھ کر بتایا۔

”لیکن آپ کے کپڑے تو پورے خراب ہو گئے ہیں۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

میں شام تک کچھ خرید لاؤں گا جب تک آپ چاہیں تو میرے کپڑے پہن سکتی

ہیں۔

فہمیدہ خالہ آپ انھیں....

وہ کہتے کہتے رکا اس کے چہرے پر آیا غصہ دیکھنے کے بعد اسے اپنی حماقت کا احساس ہوا تو وہ اپنا سر کھجانے لگا۔ وہ دونوں کوئی گہرے دوست نہیں تھے اور نہ ہی کوئی رشتے دار تب بھی کسی لڑکی کو اس طرح کہنا نامناسب تھا۔

زارا غصہ آنے کے باوجود بھی خاموش کھڑی تھی کیوں کہ ابھی وہ اس کے رحم و کرم پر تھی اگر اس کی کسی بات کا بُرا مان کر وہ اسے گھر سے نکال دیتا جیسے زبیر نے نکالا تھا تو وہ کہاں جاتی اس کے پاس ایک وقت کا کھانا کھانے تک کے پیسے بھی نہیں تھے۔ لیکن وہ ایک غلطی بار بار نہیں کر سکتی تھی۔ انسانوں پر بھروسہ کرنے کی غلطی اور ان کے ہاتھوں کٹھ پتلی بننے کی غلطی..... جس نے آج اسے اس موڑ پر لا کر کھڑا کر دیا تھا۔

"میں شام میں کپڑے لے آؤں گا۔" ماحول کو ٹھیک کرنے کے لیے اس نے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ کہتی ہوئی کمرے میں چلی آئی تھی اور ان کپڑوں کو اچھے سے صاف کر لیا تھا لیکن وہ شام میں اس کے لیے چند ڈریس لے آیا تھا۔ تنہائی سے اکتا کر وہ کچن کی چلی آئی تھی جہاں فہمیدہ خاتون کام کر رہی تھیں۔ وہ وہیں کھڑی انھیں کام کرتا دیکھ رہی تھی جب وہ کچن میں داخل ہوا۔

"اچھا ہوا مجھے آپ یہاں مل گئیں۔ یہ رہے آپ کی امانت۔"

وہ شاپنگ بیگز اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو اس نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا۔

"میں نے آج سے پہلے کبھی لڑکیوں والے کپڑے نہیں خریدے اس لیے شاید یہ آپ کو پسند نہ آئیں۔"

وہ شانے اُچکاتے ہوئے بڑے مزے سے اپنے نئے تجربے سے اُسے آگاہ کر رہا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

”یہ میں نہیں لے سکتی“اس نے صاف انکار کر دیا۔ان بیگز کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔

”کیوں نہیں لے سکتی ہیں؟ یہ میں آپ کے لیے ہی لے کر آیا ہوں۔“

وہ پورے دو گھنٹے لگا کر دو کانوں میں گھومنے کے بعد اس کے لیے چند کپڑے خرید پایا تھا۔اس کے انکار کرنے پر وہ حیران ہوا۔

”میں پہلے ہی یہاں رہ رہی ہوں اور یہ سب !“اس نے وضاحت کی۔

”اچھا تو یہ بات ہے،مجھے معلوم ہے آپ کافی خوددار ہیں۔اگر مجھ سے کچھ بھی لینے سے آپ کی خودداری کو ٹھیس پہنچے تو آپ بعد میں مجھے اس کے پیسے ادا کر دیجیے گا۔“

وہ بڑی آسانی سے اس کی نہ کو ہاں میں بدل چکا تھا۔

جبکہ زارا حیران ہو رہی تھی کہ کوئی بنا رکے اتنی روانی میں کیسے بول سکتا کیوں کہ جب کبھی وہ بولنا شروع کرتا تو بولتا ہی چلا جاتا اور ایسا پہلی مرتبہ نہیں ہوا تھا وہ پہلی

ملاقات میں ہی جان گئی تھی کہ یہ بولے بغیر نہیں رہ سکتا۔

''اب میں اتنا بھی نہیں بولتا۔''

اسے گُم صم دیکھ کر وہ شرارتی انداز میں بولا تو بالکل درست اندازہ لگانے پر وہ پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔ اسے فکر ہوئی کہ وہ کہیں اس کا دماغ تو پڑھ رہا تھا۔

''اب آپ ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں وہ کیا ہے نا اکثر لوگ مجھ سے مل کر یہی کہتے ہیں کہ میں بولتا بہت ہوں تو مجھے لگا شاید آپ بھی یہی سوچ رہی ہوں گی۔ دراصل میں ایک وکیل ہوں اور اس لحاظ سے بولنا میرے پیشے کا اولین حصّہ ہے۔ ویسے بچپن سے ہی۔''

''میں یہ رکھ دیتی ہوں۔''

اسے نان اسٹاپ بولتا دیکھ کر وہ معذرت کرتی ان بیگز سمیٹ کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اس سے یا اس کی زندگی سے جُڑی کسی بھی کہانی سُننے میں زارا کو کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

★★★★★

وہ کمرے میں آئی تو ان بیگز کو کھول کر دیکھا جس میں چند نفیس سے سوٹ تھے جسے دیکھ کر اسے عباس صاحب بے اختیار یاد آئے تھے۔ایسے کپڑے اس کے بابا بھی اس کے لیے لایا کرتے تھے۔

"کاش بابا آپ مجھے یوں چھوڑ کر نہ جاتے تو آج میرا یہ حال نہ ہوتا۔" اس نے خود پر نظر ڈالتے ہوئے دکھی دل سے سوچا اور ان میں سے ایک سوٹ اٹھا کر چینج کرنے چلی گئی۔ ہر گزرتا وقت اسے باپ کی کمی کا احساس دلاتا اور وہ ٹوٹ سی جاتی۔

آج بھی اسے رہ رہ کر ان کی کمی ستا رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

وہ یہ تو جان گئی تھی کہ یہاں کے مکینوں کے دل کشادہ تھے لیکن وہ کب تک ان کے ساتھ رہ سکتی تھی۔ کبھی نہ کبھی تو اسے یہاں سے جانا ہی تھا۔

★★★★★

وہ ناشتے کر کے گھر سے نکلتا تو پھر رات میں کھانے کی ٹیبل پر ہی نظر آتا تھا۔اس کا

یہ فائدہ ہوا تھا کہ اسے کمرے میں بند نہیں رہنا پڑتا اور وہ کچن میں فہمیدہ خاتون کا ہاتھ بٹا دیا کرتی۔اس طرح ان کا بھی دل بہل جاتا تھا اور وہ بھی اس سے بات کر لیتی تھیں۔فہمیدہ خاتون کی دو بیٹیاں تھیں جن کی اب شادی ہو چکی تھی۔دونوں بھائی بہن اسی گھر کے احاطے میں بنے کوارٹر میں رہتے تھے۔

آج صبح جب وہ ناشتے کی ٹیبل پہ پہنچی تو وہ اسے ناشتے کی ٹیبل پر نظر نہیں آیا۔

"آسُود بابا بیگم صاحبہ کو لینے ائیر پورٹ گئے ہیں۔"

اتنے دنوں میں اسے فہمیدہ خاتون کے ساتھ کی عادت ہو گئی تھی۔انھوں نے زارا کے لیے جوس کا گلاس نکالتے ہوئے بتایا۔وہ کل رات ہی ان کی آمد کے متعلق بتا چکا تھا۔

ان کے لہجے میں خوشگواریت کا احساس بسا تھا لیکن وہ عجیب سی گھبراہٹ کا شکار ہو گئی تھی۔پتا نہیں وہ اسے اپنے گھر میں دیکھ کر کیا سوچتیں۔

اسی لیے بے دلی سے ناشتے کر کے وہ کمرے میں آگئی۔

اس کا دل کیا کہ وہ بنا بتائے یہاں سے چلی جائے مگر اس کے پاس رہنے کے لیے دوسرا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔اس کی ایک ہی دوست تھی جو شادی کے بعد بیرون ملک سیٹل ہو گئی تھی۔عباس صاحب کے انتقال کے بعد وہ ندا پھوپھو کے زیر سایہ رہی تو اس سے بھی رابطہ کٹ کے رہ گیا۔ندا خاتون کے پاس واپس جانا نہیں چاہتی تھی کیوں کہ وہ ہی اس کی اس حالت کا ذمہ دار تھیں۔اس لیے ناشتے کے بعد سے اس نے خود کو کمرے میں بند کر لیا تھا۔نہ وہ اس کی والدہ سے ملی تھی اور نہ ہی لنچ ٹائم میں کچھ کھایا تھا۔جب فہمیدہ خاتون اسے بلانے آئیں تو اس نے طبعیت خرابی کا بہا کر ٹال دیا اور چپ چاپ کمرے میں پڑی رہی۔فہمیدہ خاتون خود ہی ایک دو بار اس کی طبعیت پوچھنے آئی تھیں اور اسے سوپ دے گئی تھیں۔

شام کے وقت وہ نماز سے فارغ ہوئی تو دروازے پر دستک ہوئی۔اس نے دروازہ کھولا تو سامنے نفیس سی خاتون کھڑی تھیں۔

اس نے انھیں دیکھ کر سلام کیا پر اسے دیکھ کر ان کے چہرے پر عجیب سی حیرانی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ابھری تھی جسے اس نے محسوس کر لیا تھا۔وہ ان کی جانب دیکھ کر اپنے لب کاٹ رہی تھی۔

وہ کچھ دیر یونہی اسے دیکھتی رہیں پھر سر جھٹک دیا۔

زارا کی نظریں خود پر مرکوز دیکھ کر وہ ہلکا سا مسکرائیں۔

"اب تمہاری طبعیت کیسی ہے بیٹا!"

"جی، ٹھیک ہوں آنٹی۔" وہ اس سے اس کی طبعیت پوچھنے آئی تھیں۔زارا کو شرمندگی نے گھیر لیا۔

"تمہیں اس طرح پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے بیٹا! میرے بیٹے نے مجھے سب بتا دیا ہے۔تم بے فکر ہو کے جب تک چاہو یہاں رہ سکتی ہو۔اس نے بہت اچھا کیا کہ تمہیں یہاں لے آیا میں بھی اس کی جگہ ہوتی تو یہی کرتی۔"

انھوں نے اسے پریشان دیکھ کر کہا۔

"بیٹھو!" اسے بیٹھنے کا کہتیں وہ خود بھی بیٹھ گئی تھیں۔

”طبعیت زیادہ خراب ہے تو ڈاکٹر کے پاس چلیں۔“ اسے خاموش دیکھ کر انھوں نے پوچھا تو وہ نفی میں سر ہلانے لگی۔

”نہیں آنٹی میں ٹھیک ہوں، بس تھوڑا سر درد ہے۔ دوائی لی ہے ٹھیک ہو جائے گا۔“ سر درد کی وہ دوا لے چکی تھی اور اب کافی آرام آیا تھا۔

”تمھیں پتا ہے میری بھتیجی بھی تمھاری عمر کی ہے۔ تمھیں دیکھ کر لگا جیسے وہ میرے سامنے کھڑی ہو۔

بہت پیاری بچی ہے لیکن افسوس میں اس سے مل نہیں سکی کیوں کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ کینیڈا میں ہے اور دیکھو اتفاق سے اس کا نام بھی زارا ہے۔“ وہ جذباتی انداز میں اسے بتا رہی تھیں اور وہ خاموشی سے انھیں سن رہی تھی۔

”میں نے تمھیں ڈسٹرب تو نہیں کیا نا؟“ اسے چپ چاپ نظر جھکائے بیٹھی اپنے ہاتھوں کو دیکھتی پایا تو انھوں نے پوچھا۔

”نن.... نہیں ایسی بات نہیں ہے آنٹی!“ زارا نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

"اچھا چلو! اب تم آرام کرو۔ میں نے فہمیدہ کو کہا ہے کہ تمہارے لیے کچھ نرم غذا بنادے۔ وہ لاتی ہو گی اور تمہیں کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو بلا جھجھک بتانا۔"

انھوں نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا اور اٹھ گئیں۔

★★★★★

اسے یہاں آئے دو ہفتے سے زیادہ عرصہ ہو گیا تھا۔ آسُودا اور اس کی مما نے اسے کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دی تھی۔

اس کی اپنائیت اور رویہ دیکھ کر اسے یقین ہو گیا کہ دنیا میں اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو دوسروں کا احساس کرتے ہیں ورنہ ندا پھوپھو اور زبیر کے رویے نے اسے سب سے بد ظن کر دیا تھا۔

آج ان کے بے حد اصرار پر وہ ان کے ساتھ شاپنگ مال آئی تھی۔

وہ اس کے منع کرنے کے باوجود اس کے لیے ڈریس اور ضروریات کی دوسری چیزیں خرید رہی تھیں۔

www.novelsclubb.com

شاپنگ کے بعد ادائیگی کے لیے کاؤنٹر کی طرف بڑھی تو اس نے کہا کہ وہ ان کا انتظار کرے گی۔ وہ عباس صاحب کے ساتھ یہاں آیا کرتی تھی اور آج اتنے دنوں بعد وہ یہاں اسی جگہ موجود تھی۔ اسے آج بھی یاد تھا وہ دن جب آخری مرتبہ وہ ان کے ساتھ یہاں فارویل پارٹی میں پہننے کے لیے ڈریس لینے آئی تھی اور پورے مال کا چکر لگوانے کے باوجود اسے وہ ڈریس نہیں ملا تھا جس کی اسے تلاش تھی۔

"تمہیں کچھ اور لینا ہے زارا؟" عباس صاحب بیگ اٹھائے اس کے ساتھ چل رہے تھے۔

"نہیں بابا! بس اب ہم گھر جائیں گے۔ میں بہت تھک گئی ہوں۔" اس نے پیروں پر زور ڈالتے ہوئے کہا تو وہ بے ساختہ مسکرا اٹھے تھے۔

"تم صرف نہیں تھکی بلکہ اپنے ساتھ مجھے بھی تھکا دیا تم نے۔" انھوں نے شرارت سے کہا۔

"بابا...." اس نے چڑ کے انھیں پکارا تو وہ ہنسنے لگے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"میرا تو بھوک سے بُرا حال ہو رہا ہے۔ چلو کچھ کھاتے ہیں۔"آفس کی چھٹی تھی اور وہ اٹھتے ہی اس کی فرمائش پوری کرنے ناشتہ کیے بغیر ہی اس کے ساتھ یہاں چلے آئے تھے۔

"ٹھیک ہے پر ہم آئس کریم بھی کھائیں گے۔"

"وہ تو ہم کھائیں گے میری جان!"انھوں نے اس کی بات کی تائید کی اور اس کا چہرہ کھل اٹھا۔وہ خیالوں میں گم کافی آگے نکل آئی تھی۔اچانک سے کسی سے ٹکرانے کی وجہ سے وہ ماضی کے جھروکوں سے باہر نکل آئی اور ادھر اُدھر انھیں تلاشنے لگی۔

"زارابھابھی! آپ یہاں؟"تبھی کسی نے اسے پکارا تھا۔

وہ ہڑبڑا کر پلٹی سامنے زبیر کے دوست عاصم اور اس کی بیوی پر اس کی نظر پڑی تو اس نے تھوک نگلا۔

"کہیں زبیر اس کا پیچھا کرتے یہاں تو نہیں آگیا۔"

www.novelsclubb.com

اس نے سوچا۔ وہ ان دونوں سے پہلے پارٹی اور ولیمے پر مل چکی تھی۔

"زبیر نے بتایا ہی نہیں وہ کراچی آرہا ہے۔ کہاں ہے وہ؟" اس نے تلاشتی نگاہوں سے آس پاس دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ گھبرا گئی۔

"کیا ہوا بھابھی جی؟" زارا کی گھبراہٹ دیکھ کر عاصم کی بیوی اور اس نے نظروں کا تبادلہ کیا تبھی حلیمہ خاتون اسے پکارتی ہوئی اس کے قریب چلی آئیں۔

"زارا کہاں چلے گئی تھی بیٹا! میں تمہیں کب سے ڈھونڈ رہی تھی۔" وہ واپس آئیں تو زارا کو نہ پا کر وہ پریشان ہو گئی اور اسے تلاشنے لگیں۔ تبھی وہ انھیں کچھ فاصلے پر کھڑی کسی سے بات کرتی نظر آئی تو اس کی طرف چلی آئیں۔

"کچھ نہیں آنٹی۔ چلیں!"

حلیمہ خاتون کو وہاں دیکھ کر اس نے شکر ادا کیا۔

"ہاں چلو! ڈرائیور ہمارا انتظار کر رہا ہے۔" انھوں نے بتایا اور اسے اپنے ساتھ لیے آگے بڑھ گئیں۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"تم انھیں جانتی ہو؟" انھوں نے پیچھے کھڑے جوڑے کو دیکھتے ہوئے استفسار کیا

تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ جلد از جلد یہاں سے غائب ہو جانا چاہتی تھی۔

وقت واقعی بہت تیزی سے گزرتا ہے اور وقت کے ساتھ لوگ بھی بدل جاتے ہیں

وہ بھی تو بدل گئی تھی اُسے جھوٹ بولنا نہیں آتا تھا لیکن زبیر کے ساتھ نے اسے

جھوٹا بنا دیا تھا۔

"انھیں کیا ہو گیا ہے.... کچھ بتایا بھی نہیں۔

چلو نازیہ! میں خود ہی پوچھ لوں گا زبیر سے۔ اگر کراچی آنا تھا تو مجھے بتانا تھا کم از کم

مجھ سے ملاقات ہو جاتی۔"

www.novelsclubb.com

وہ اپنی بیوی کو ساتھ لیے آگے بڑھ گیا تھا۔

★★★★★

زارا وہاں سے آنے کے بعد بالکل خاموش ہو گئی تھی۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں عاصم

زبیر کو اس کے کراچی میں ہونے کا نہ بتا دیا۔

اگر وہ اسے ڈھونڈتا یہاں آگیا تو وہ کیا کرے گی؟

لیکن وہ اسے ڈھونڈے گا ہی کیوں؟

بے شمار سوچ میں گھری بے چینی سے وہ کمرے میں ٹہلتی رہی۔

پھر اپنی ان سوچوں سے چھٹکارا پانے کے لیے اس نے وضو کیا اور نماز کے لیے بیٹھ گئی۔ وہ کتنی دیر تک یونہی بیٹھی دعا کرتی رہی اور چہرے پر ہاتھ پھیر کے جائے نماز تہہ کرنے لگی تبھی دروازے پر دستک ہوئی۔

دروازے پر فہمیدہ خاتون تھیں۔

"آنٹی آپ؟" اس نے دوپٹے کو کھول کر شانے پر پھیلاتے ہوئے کہا۔

"جی باجی صاحبہ آپ کو اپنے کمرے میں بلا رہی ہیں؟" انھوں نے آتے ہی اطلاع دی۔

"ٹھیک ہے آپ جائیں میں آتی ہوں۔" اس نے کچھ دیر میں آنے کا بتایا تو وہ واپس چلی گئیں۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

”آخر ایسی کون سی بات ہے جو آنٹی نے مجھے اپنے کمرے میں بلایا۔“ ان کے کمرے کی طرف جاتے ہوئے دل میں سوچا۔

”میں اندر آجاؤں؟“ دروازہ کھلا تھا اور وہ بیڈ پر بیٹھی کسی کتاب کی ورق گردانی کر رہی تھیں۔

اسے دیکھ کر انھوں نے کتاب سے نظر ہٹائی اسے اندر آنے کو کہا اور پھر کتاب بند کر کے اسے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔

”آؤ بیٹھو! تمہاری طبعیت تو ٹھیک ہو نا؟“ انھوں نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے پاس بلایا اور ساتھ ہی استفسار کیا۔ ان کا لہجہ تشویش سے بھرپور تھا۔ وہ جب سے آئی تھی اپنے کمرے سے نہیں نکلی تھی۔

”جی آنٹی۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔“ وہ ان کے قریب بیٹھے ہوئے بولی۔

”کوئی پریشانی ہے؟“ انھوں نے پوچھا تو اس نے ان کا چہرہ دیکھا پھر بولی۔

”ایسی کوئی بات نہیں ہے آنٹی!“

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"تو پھر کیا بات ہے زارا۔اتنے دنوں میں ہم میں اتنا تعلق تو بن ہی گیا ہے کہ تم اپنی پریشانی مجھ سے شیئر کر سکو۔"

حلیمہ خاتون نے اپنائیت بھرے انداز میں کہا تو اس کا دل کیا وہ سب کچھ ان کو بتا کے اپنا دل ہلکا کر لے۔

دیکھو زارا! میرے بیٹے نے مجھے بتایا ہے کہ تم شادی شدہ ہو، وہ لاہور سے جب کراچی کے لیے نکلا تھا تو تم اسے راستے میں ملی تھی۔آخر ایسی کیا وجہ تھی کہ تمہیں اتنی رات گئے گھر سے نکلنا پڑا۔"

اتنے دنوں سے اسے جس بات کا ڈر تھا وہی ہوا تھا اور آج انھوں نے وہ بات چھیڑ ہی دی جسے وہ بھول جانا چاہتی تھی۔اس نے فق ہوتے چہرے کے ساتھ ان کی جانب دیکھا۔

"ایسا نہیں ہے کہ مجھے تم پر کوئی شک ہے۔میری کوئی بیٹی نہیں ہے لیکن میں نے تمہیں دل سے اپنی بیٹی مانا ہے اور میں چاہتی ہوں کہ تم بھی مجھے ماں سمجھ کر اپنی

پریشانی شیئر کرو شاید میں تمہاری کوئی مدد کر سکوں۔“

وہ اسے اپنے اعتماد میں لیتے ہوئے بولیں۔

ان کی بات سن کر زارا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔اس کا سارا ضبط ٹوٹ گیا۔

حلیمہ خاتون اسے روتا دیکھ کر پریشان ہو گئیں۔ان کا مقصد اسے رُلانا نہیں تھا وہ بس اس کی تکلیف کو کم کرنا چاہتی تھیں۔

”پلیز رومت! کیا ہوا ہے بتاؤ مجھے۔“انھوں نے اسے خود سے لگاتے ہوئے پوچھا۔

وہ کچھ دیر یونہی روتی رہی پھر انھیں اپنے رشتے داروں کی خود غرضی اور زبیر کے متعلق سب کچھ بتا دیا۔کچھ چیزیں اب بھی ان سے پوشیدہ تھیں۔

زبیر کی سچائی کا پتا چلا تو انھیں زارا کے لیے بہت برا لگا۔اتنی کم عمر میں اس بچی نے بہت کچھ سہا تھا۔

دل کا بوجھ تھوڑا کم ہوا تو وہ روتے روتے وہی سو گئی۔انھوں نے بھی اسے جگایا نہیں۔کتنی دیر تک وہ وہاں بیٹھی اس کے سر پر ہاتھ پھیرتی رہیں۔

زیان اُنھیں پکارتا کمرے میں داخل ہوا لیکن زارا کو ان کے ساتھ دیکھ کر وہیں سے پلٹ گیا۔

”میں آپ سے ڈائننگ ٹیبل پر ملتا ہوں۔“

”مما! آپ کا موبائل کہاں تھا۔ ندا خالہ نے آپ کو کال کی تھی آپ نے نہیں اٹھایا تو مجھے کال کی انھوں نے۔ کل عائشہ کی ڈیٹ فکس ہے۔“

کھانے سے فارغ ہو کر نیپکین سے ہاتھ صاف کرتا انھیں بتا رہا تھا۔ وہ کچھ دیر قبل اس بات کی اطلاع دینے ان کے کمرے میں گیا تھا مگر وہاں زارا کو دیکھ کر واپس لوٹ آیا تھا۔

www.novelsclubb.com

”ندا نے عائشہ کی منگنی کر دی اور ہمیں بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا اور کل ڈیٹ فکس ہے اور آج بتا رہی ہے۔“

اس کی ان حرکتوں کی وجہ سے میں سخت پریشان ہوں جب سب کچھ خود ہی کرنا ہے تو اب بھی نہ بلاتی ہمیں۔“

انھیں اپنی بہن ندا پر بہت غصہ آرہا تھا۔انھوں نے ان کے علم میں لائے بغیر زارا کی شادی کردی تھی اوراب بنا بتائے عائشہ کی منگنی کے بعد انھیں بتا رہی تھیں۔

”تمہیں تو پتا ہے کل تمہارے بابا کی رات کی فلائٹ ہے۔“

انھوں نے گہرا سانس خارج کرتے کچھ توقف کے بعد کہا۔

”اوہ ہاں میرے ذہن سے نکل گیا تھا۔آپ کہیں تو میں چھوڑ دیتا ہوں وہاں آپ کو۔بابا کو میں پک کرلوں گا۔“اس نے جیسے حل نکالا۔

”زیان تم چلے جاؤ! میں یہیں رکوں گی۔زارا کی بھی طبعیت ٹھیک نہیں ہے۔اسے اس طرح چھوڑ کر جانا اچھا نہیں ہوگا۔تمہارے بابا آجائیں تو ہم ساتھ چلے گی خالہ کی طرف۔ابھی تم ہو آؤ۔“

انھوں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”چلیں ٹھیک ہے مما! جیسا آپ کہیں۔کیا ہوا ہے زارا کو؟“

اس نے ہامی بھرتے کہا اور ساتھ زارا کے متعلق پوچھا تو انھوں نے ساری بات اسے

بتادی۔

"میں اس سے ملا ہوں۔ باہر سے شریف نظر آنے والا شخص اندر سے اس قدر گھٹیا انسان ہو گا میں نے سوچا نہیں تھا۔"

اسے زبیر اور اس کی ملاقات یاد آئی۔زبیر سے مل کر اسے شدید حیرت ہوئی تھی ان دونوں کی عمر میں بہت فرق تھا۔

"مجھے تو حیرت ہے کہ اُس انسان کو اس پھول سی بچی کا ذرا بھی خیال نہیں آیا کہ وہ کہاں جائے گی۔اُسے اتنی رات کو گھر سے نکال دیا۔اگر اس کے ساتھ کچھ غلط ہو جاتا تو.....

www.novelsclubb.com

ایسے انسان کو سخت سے سخت سزا ملنی چاہیے جو عورتوں پر ہاتھ اُٹھاتے ہیں اتنے دنوں میں اُسے کبھی اس معصوم کا پیار نظر نہیں آیا۔"

"لیکن مما! زارا کو بھی چُپ نہیں رہنا چاہیے تھا،مانتا ہوں وہ اس کا شوہر ہے اور اس رشتے کو موقع دینا چاہتی تھی مگر ایک بار اپنے حق کے لیے آواز اُٹھاتی تو شاید وہ آج

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس حال میں نہ ہوتی۔ وہ ان زیادتیوں پر خاموش رہی اس لیے اس انسان کی اتنی ہمت بڑھ گئی اور وہ اس کی کمزوری کا فائدہ اُٹھاتا رہا۔"

وہ بالکل ٹھیک کہہ رہا تھا۔ زارا کو یوں چپ نہیں بیٹھنا چاہیے تھا۔ گھریلو تشدد کے خلاف ملک میں قانون نافذ ہے۔

شکر ہے وہ اب اس زبیر کے پاس نہیں ہے۔ اس رات وہ اسے باہر نہ نکالتا تو نا جانے اب تک وہ اس کے ساتھ کیا کچھ کر چکا ہوتا۔

انھوں نے فکر مندی سے سوچا۔

"اس بارے میں بعد میں بات کرتے ہیں۔ رات بہت ہوگئی۔ اب آپ سو جائیں۔ صبح مجھے نکلنا بھی ہے۔"

اس نے آگے بڑھ کر ان کا ماتھا چوما اور انھیں کمرے میں چھوڑ کر اوپر چلا آیا۔

★★★★★

صبح ناشتہ کر کے زیان کے نکلتے ہی وہ زارا کے کمرے کی طرف آئیں تو دروازہ کھلا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تھا۔

''اچھا ہوا تم اٹھ گئی۔میں نے فہمیدہ سے کہہ دیا ہے کہ وہ تمہارا ناشتہ لگا دے۔''

انھوں نے اندر آتے ہی اسے جاگتا دیکھ کر کہا۔

''سوری آنٹی! میں نے آپ کو رات پریشان کر دیا۔''انھیں دیکھتے ہی کمفرٹر کو پرے کرتے وہ اٹھ کر ٹھیک سے بیٹھ گئی تھی۔ صبح فجر سے پہلے جب اس کی آنکھ کھلی تو وہ بستر پر ایک کونے میں سمٹ کر سوئی ہوئی تھیں انھیں یوں بے آرام دیکھ کر اسے پیشمانی نے گھیر لیا۔وہ یوں بے خبر نہیں سوتی تھی پر نا جانے رات اس کی آنکھ کیسے لگ گئی تھی۔

''ارے تم سوری کیوں بول رہی ہو؟ مجھے اچھا لگا تم نے مجھے اپنا سمجھا۔''وہ اب مسکراتے ہوئے اس کے قریب آکر بیٹھ گئیں۔

''تمہاری طبعیت ٹھیک نہیں لگ رہی۔''اس کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر انھوں نے اندازہ لگایا پھر جھک کر اس کا ماتھا چھوا۔وہ بخار سے تپ رہی تھی۔

”تمہیں تو تیز بخار ہے زارا۔ چلو کچھ کھالو پھر میں تمہیں دوائی دیتی ہوں۔“

فہمیدہ خاتون ناشتے کی ٹرے لیے اندر آئی تھیں تو انھوں نے فہمیدہ خاتون کو مخاطب کیا۔

فہمیدہ بخار کی دوا لے آؤ۔“

”جی باجی صاحبہ!“ وہ ناشتہ رکھ کر الٹے پیر دوائی لینے چلی گئیں۔

پھر جب تک اس کا بخار کم نہیں ہوا وہ اس کے پاس ہی بیٹھی رہیں۔

شام میں وہ نماز کے بعد پھر اس کے پاس چلی آئی تھیں۔اس کا بخار اتر گیا تھا لیکن نقاہت کے باعث اس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔انھوں نے سوچا تھا کہ اگر بخار کم نہیں ہوا تو اسے ڈاکٹر کے پاس لے جائیں گی۔

وہ اس سے اس کی طبعیت پوچھ رہی تھیں جب ان کا موبائل بجنے لگا۔موبائل اسکرین پر زیان کالنگ دیکھ کر انھوں نے کال ریسو کی وہ وہاں کی تیاریوں کے بارے میں انھیں بتا رہا تھا۔

ملک صاحب مزید کچھ دن وہاں رکنے والے تھے انھوں نے کال کر کے انھیں بتادیا تھااس لیے وہ پر سکون ہو گئ تھیں۔

وہ خاموشی سے ان کی باتیں سن رہی تھی۔اسے خود کو تکتا دیکھ کر انھیں اس پر بے اختیار پیار آیا۔

"کیا دیکھ رہی ہو؟"

"کک....کچھ نہیں!"زاراان کے استفسار پر گھبرا گئی۔

"ہاہاہا! تم بالکل میری بھتیجی کی طرح ہی پیاری سی گڑیا لگتی ہو۔وہ بھی بچپن میں میرے پاس بیٹھ کر مجھے اس طرح دیکھا کرتی تھی۔سچ بتاؤں تو تمہیں پہلی بار یہاں دیکھ کر مجھے شاکڈ لگا تھا۔میں نے بچپن میں اسے دیکھا تھا پھر کچھ ایسے حالات بن گئے کہ نہ میں یہاں پاکستان آسکی اور نہ ہی کسی سے رابطہ رکھ پائی۔"

وہ اسے اپنی کیفیت سے آگاہ کر رہی تھیں اور وہ غور سے ان کی باتیں سن رہی تھی۔

"کیا آپ کی پھر کبھی اس سے ملاقات نہیں ہوئی؟"

اس نے ان کے خاموش ہوتے ہی پوچھا۔

"نہیں! میرے ہسبیڈ کے دوست نے ان کے ساتھ فراڈ کیا تھا ہم اتنے سال اس میں ہی الجھے رہے۔ ہمارا سامان ضبط کر لیا گیا اور سارے کانٹیکٹ وغیرہ کھو گئے جس کے باعث ہمارا رابطہ ہی کٹ کے رہ گیا۔

اتنے سال مجھے اپنوں کی یاد ستاتی رہی۔ ایک بہت بڑی آزمائش تھی جس سے ہم گزر رہے تھے۔ سچ کو لاکھ جھٹلایا جائے وہ سامنے آ کے رہتا ہے۔ ہماری زندگی میں ایک معجزہ ہوا تھا۔ میرے ہسبیڈ کے دوست نے اپنی غلطی مان لی اور ہمارا سب کچھ جو ہم سے چھن گیا تھا ہمیں واپس مل گیا۔ میں سوچتی ہوں امریکہ جیسے ملک میں جہاں حکومت فوری ایکشن لیتی ہے وہاں فراڈ کیسے ہو سکتا ہے؟ لیکن جب آپ کے اپنے خود ہی آپ کے دشمن بن جائیں تو پھر چاہے وہ کتنا ہی ترقی یافتہ ملک کیوں نہ ہو انسان اپنوں کے ہاتھ مار کھا ہی جاتا ہے۔

اللہ نے ہمارا پاس رکھا اور ہماری کھوئی ہوئی عزت و وقار ہمیں لوٹا دی اور میں یہی

کہوں گی جسے اللہ پر توکل ہو وہ کبھی نہیں ہار سکتا۔ ہم نے آخری سانس تک ہار نہیں مانی اور رب کے فیصلے کا انتظار کیا۔

"وہ بولتے بولتے آبدیدہ ہو گئیں۔ زارا نے ان کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے۔ یہ سچ ہی تھا کہ اپنوں کے دیے زخم چاہ کر بھی نہیں بھرتے بلکہ دن بہ دن گہرے ہوتے چلے جاتے ہیں اس کے اپنوں نے بھی اس کی روح پر اتنے بُری طرح وار کیا تھا کہ وہ رشتوں کے نام سے بھی خوف کھانے لگی تھی۔

"جب ہمارا رابطہ ہوا تو میرے بھائی کی موت کی خبر نے ہمیں رنجیدہ کر دیا۔ یہ زندگی کا دوسرا بڑا جھٹکا تھا جو اس کی موت پر لگا تھا۔ یہ عمر اس کے جانے کی نہیں تھی لیکن رب کو جو منظور۔

جب زیان کی فلائٹ تھی تو وہ بہت خوش تھا کہ زارا سے ملے گا لیکن یہاں پہنچ کے پتا چلا کہ اس کی شادی ہو گئی ہے اور وہ اپنی فیملی کے ساتھ کینیڈا شفٹ ہو گئی ہے۔"

وہ خاموش ہوئیں تو زارا کا چہرہ آبرو آلود دیکھ کر گھبرا گئیں۔ وہ بے آواز رو رہی

تھی۔

"تم رو رہی ہو؟ میں اتنی جذباتی ہو گئی اور اپنے ساتھ تمہیں بھی رلا دیا۔ بیتے کل جب بھی یاد آتے ہیں میرا خود پر اختیار ہی نہیں رہتا۔"

انھوں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا اور اس کو گلے سے لگائے اس کا سر تھپکنے لگیں۔

ان کے گلے لگتے ہی اس کو سکون ملا اور اس کے دل نے خواہش کی کہ وہ کبھی ان سے الگ نہ ہو۔ اتنے دن بعد تو وہ اسے ملی تھیں

ان کا پیار دیکھ کر اُسے اس کے بابا یاد آئے تھے وہ بھی ان کی طرح نرم گفتار تھے، اسی طرح شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے تھے ان کی آنکھوں میں بھی یہی چمک ہوا کرتی تھی جو اس کے سامنے بیٹھی وجود کے آنکھوں میں وہ اپنے لیے دیکھ رہی تھی۔

"اب بس رونا بند کرو۔ چلو شاباش!

میں تھوڑی جذباتی ہو گئی تھی۔"اس سے الگ ہوتے انھوں نے اس کے آنسو صاف کیے۔

زیان کو بولنے کی عادت بھی وارثت میں ملی تھی۔دونوں ماں بیٹے جب ایک بار بولنا شروع کرتے تو سب کو پیچھے چھوڑ دیتے تھے۔زارا یہ سوچ کر دھیرے سے مسکرائی تھی۔

"گڈ گرل !اچھا اب میں چلتی ہوں انھوں نے آگے بڑھ کر اس کے ماتھے کو چوما۔"

"یہ زیان کون ہے آنٹی؟"وہ وہاں سے جاتیں اس سے پہلے اس نے استفسار کیا۔

"جس کے ساتھ تم یہاں آئی ہو وہی میرا بیٹا زیان ہے کیا تمہیں اب تک اس نے اپنا نام نہیں بتایا"انھوں نے قدرے حیرانی سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"لیکن فہمیدہ آنٹی تو اسے آسُود کہہ رہی تھیں؟"

اس نے الجھی ہوئی نظروں سے دیکھا۔

"فہمیدہ اور زیان کے دوست اسے آسُود کہہ کر بلاتے ہیں۔ زیان آسُود ملک میرا اکلوتا بیٹا ہے اور ماشاءاللہ سے پیشے سے وہ ایک وکیل ہے۔" انھوں نے اپنے بیٹے کے بارے میں خوش دلی سے بتایا۔

"اور آپ کا نام حلیمہ ہے؟"

زارا اپنے احساسات چُھپاتے ہوئے بولی۔ وہ تصدیق کرنا چاہتی تھی۔

"ہاں لیکن تمھیں کس نے بتایا؟"

"و.... وہ مجھے..." وہ کہتے کہتے رک گئی۔

"ارے گھبرا کیوں رہی ہو یقیناً فہمیدہ نے بتایا ہو گا۔"

زارا کا دل کیا کہ وہ ان کے گلے لگ جائے پر اس نے ایسا نہیں کیا۔

وہ اتنے دنوں سے اپنوں کے ساتھ رہتے ہوئے بھی انجان تھی۔ اس کی مدد کرنے والا اور کوئی نہیں اس کا کزن اور نفیس سی شخصیت رکھنے والی اس کی سگی پھوپھو تھیں جسے اس نے بہت یاد کیا تھا۔

ان کے امریکہ چلے جانے اور پھر ان کی طرف سے مکمل لاتعلقی پر وہ عجیب سے کشمکشِ کا شکار تھی۔اس نے اپنے باپ کو ان کے بارے میں باتیں کرتے سنا تھا۔وہ اپنی بہن کا ذکر کرتے ہوئے آبدیدہ ہو جاتے تھے۔اس لیے اپنوں کا دور جانا اسے ہمیشہ سے بہت غمگیں کر دیتا تھا جب اس کے بابا اُسے چھوڑ کر چلے گئے تو وہ اس بات کا یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ ایسا سچ میں ہوا ہے۔پھر اس پر رشتوں کی تلخیوں کا ایک بہت بڑا طوفان ٹوٹا اور وہ اس بھری دنیا میں بالکل تنہا رہ گئی۔

ایک بہادر اور پر اعتماد لڑکی کب اتنی بزدل اور کمزور بن گئی اسے پتا ہی نہیں چلا۔ ندا پھوپھو نے تو جیسے اسے اپنا مانا ہی نہیں تھا۔اپنا مانتیں تو وہ کبھی اسے خود سے دور نہ کرتیں اور نہ ہی اس کے لیے زبیر جیسا ہمسفر چنتیں۔

ان سے ملنے سے پہلے اسے شکایت تھی کہ وہ بابا کے آخری دیدار کے لیے کیوں نہیں آئیں۔وہ لوگ کہاں تھے جب ندا پھوپھو نے اس کی رضامندی جانے بغیر زبیر جیسے شخص کے ہاتھ میں اسے سونپ دیا تھا۔وہ اس سے اتنے بے خبر کیوں

رہے جب اسے ان کی سب سے زیادہ ضرورت تھے لیکن آج ان سے بات کر کے ساری شکایتیں دور ہو گئی تھیں۔

وہ انھیں بتانا چاہتی تھی کہ جسے وہ دیکھنے کے لیے تڑپتی رہیں وہ ان کے سامنے بیٹھی ہے لیکن خوشی اور دکھ میں وہ بے آواز آنسو بہاتی رہی۔ ان کے لمس کو محسوس کر کے خوش ہوتی رہی۔

"تم نے پھر سے رونا شروع کر دیا؟" انھوں نے اس کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو دیکھ کر پوچھا۔

"آپ کا پیار دیکھ کر مجھے بابا کی یاد آگئی۔" اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے انھیں بتایا تو جواباً استفسار کیا گیا۔

"تمہارے بابا کہاں رہتے ہیں؟"

"میرے والدین اب اس دُنیا میں نہیں ہیں۔"

"اوہ! اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ تم ان کے لیے دعا کیا کرو۔ اولاد کی دعا والدین

کی بخشش کا ذریعہ ہے اور خود کو کبھی اکیلا مت سمجھنا۔ میں ہوں نا۔

چلو اب تم آرام کرو میں چلتی ہوں۔'' وہ اسے آرام کا کہہ کر کمرے سے نکل گئیں۔ ان کے جاتے ہی وہ دوائی لے لیٹ گئی تھی۔

★★★★★

زیان کو دیکھتے ہی لائبہ اور ظفر کے چہرے خوشی سے کھل گئے وہ دونوں اس کا بے صبری سے انتظار کر رہے تھے۔ آج معمول سے ہٹ کر نعیم صاحب بھی اس سے گرم جوشی سے ملے تھے۔ ان کی خوشی کی وجہ عائشہ تھی جو اب ایک اچھے گھرانے میں بیاہ کر جا رہی تھی۔ کچھ روز قبل وہ اور ندا فاروق کے گھر ڈے ہو آئے تھے۔ وہ انھیں بہت پسند آیا تھا۔ اس کے والدین بھی بہت ملنسار تھے۔

ان کا خوش اخلاقی اور خوش مزاجی دیکھ کر انھیں یقین ہو گیا تھا کہ ان کی بیٹی وہاں جا کے بہت خوش رہے گی۔ جب انھیں عائشہ کی فاروقی کو لے کر پسندیدگی کا علم ہوا تھا انھوں نے ٹھان لیا تھا وہ اب ندا کی ایک نہیں چلنے دیں گے۔ زارا کی شادی

www.novelsclubb.com

میں ان کی رضامندی شامل نہیں تھی لیکن ندا کی ضد نے انھیں خاموش کروادیا تھا۔اس وقت اگر وہ کوئی اسٹینڈ لے لیتے تو زارا کی شادی اس زبیر سے نہ ہوتی۔ فاروق کے گھر بھی وہ ہی بولتے رہے تھے ندا خاتون خاموش بیٹھی تھیں اور گھر آ کے بھی انھوں نے ناراضی کا اظہار کیا تھا۔

شام میں گھر پر ہی چند رشتے داروں کی موجودگی میں عائشہ کی شادی کی تاریخ کے لیے چھوٹا سا فنکشن تھا تو سارا دن تیاریوں کے نذر ہو گیا تھا۔شام میں سبھی مہمانوں کی موجودگی میں شادی کی تاریخ طے ہوتے ہی سب کے چہروں پر خوشی بکھر گئیں

۔

عائشہ کے تو جیسے خوشی کے مارے پیر زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔آج اس کی سب سے بڑی خواہش جو پوری ہو گئی تھی اب بس اسے اُس دن کا انتظار تھا جب وہ فاروق کے ساتھ ازدواجی رشتے میں بندھ جاتی۔

★★★★★

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

گڈ مارننگ مما!"اس نے آتے ہی کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔وہ پچھلے کچھ دنوں سے بے حد مصروف تھا۔آج کام سے چھٹی تھی مگر نیند نہ آنے کی وجہ سے وہ صبح صبح ناشتے کے لیے چلا آیا۔

"گڈ مارننگ !اچھا ہوا تم اٹھ گئے۔آج تو تم گھر پر ہی ہو نا؟"حلیمہ خاتون نے کپ میں چائے انڈیلتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"جی مما!نیند نہیں آرہی تھی تو سوچا سب کے ساتھ ناشتہ کرلوں!"اس نے ٹوسٹ پر جیم لگاتے ہوئے انھیں بتایا۔

"چلو اچھی بات ہے۔ناشتہ ختم کرو۔پھر تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔"

ملک صاحب نے آملیٹ کا ٹکڑا کاٹتے ہوئے اسے مخاطب کیا تو وہ سر ہلا کر جوس کے گھونٹ بھرنے لگا۔

ملک صاحب کل صبح کی فلائٹ سے آئے تھے اور زیان کاموں میں اس قدر مصروف تھا کہ ان دونوں کے درمیان ٹھیک سے بات نہیں ہو پائی تھی۔

ناشتے کے بعد وہ اور زیان لاونج میں بیٹھ کر پاکستان میں شروع کیے جانے والے بزنس کے متعلق بات کرتے رہے۔ زارا کمرے میں جاچکی تھی اور حلیمہ خاتون اپنی بہن ندا سے بات کرنے کے بعد سیدھا لاؤنج میں چلی آئیں۔

"آپ دونوں شام میں فری ہیں؟" انھوں نے بیٹے اور شوہر کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آج کہیں باہر جانے کا پروگرام ہے کیا؟" زیان نے ماں کے استفسار سے اندازہ لگایا تو ملک صاحب مسکرانے لگے۔

"ندا کی طرف جانا ہے اگر آپ دونوں مصروف نہیں ہیں تو میں سوچ رہی تھی کہ آج کیوں نہ اُس کی طرف چکر لگا لوں۔" وہ جب سے یہاں آئی تھیں ندا خاتون سے صرف فون پر ہی بات ہوئی تھی۔ اس لیے وہ چاہتی تھیں کہ جا کے مل آئیں۔

"لنچ کے بعد نکلتے ہیں پھر۔" ملک صاحب نے موبائل میز پر رکھتے ہوئے کہا تو انھوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

www.novelsclubb.com

وہ لوگ دوپہر کے کھانے کے بعد نداخاتون کی طرف نکل گئے تھے۔ حلیمہ خاتون چاہتی تھیں کہ زارا بھی ان کے ساتھ چلے لیکن زارا آرام کرنا چاہتی تھی اس لیے انھوں نے زیادہ اصرار نہیں کیا۔

وہاں پہنچ کر گئے دنوں کی یاد تازہ کرتے انھیں وقت کا پتا ہی نہیں چلا۔ رات کا کھانا بڑے خوشگوار ماحول میں کھایا گیا تھا۔ آج رات وہ یہاں رکنے والے تھے اس لیے رات کے اس وقت بھی گھر کے سبھی افراد جاگ رہے تھے۔

★★★★★

صبح ناشتہ کرکے نعیم صاحب آفس کے لیے نکل گئے تھے اور ملک صاحب نیوز چینل سرچ کر رہے تھے جبکہ دونوں بہنیں باتوں میں اس قدر مگن تھیں جیسے گزرے دنوں کی کسر پوری کر رہی ہوں اور وہ دونوں بچے کے ساتھ بیٹھا پرانی البم دیکھ کر خوش ہو رہا تھا تبھی کلثوم بی نے آکر نداخاتون کے کان میں سرگوشی کی اور وہ معذرت کرتیں وہاں سے اٹھ گئیں۔

www.novelsclubb.com

"زیان بھائی اس میں زارا آپی بھی ہیں۔" لائبہ نے ایک اور البم کھولتے اسے بتایا ۔اس البم میں اس وقت کی تصویریں تھیں جب وہ امریکہ میں تھا اور ان گزرے دنوں کا حصہ نہیں بن پایا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ ساری تصاویر دیکھ پاتا اس کا موبائل بجنے لگا۔کال سننے کے ارادے سے وہ اٹھ کر لاونج سے باہر چلا آیا۔اس کے ایک کلائنٹ کی کال تھی جس کے لیے وہ کچھ دنوں سے کام کر رہا تھا۔وہ موبائل جیب میں اڑستا جیسے ہی آگے بڑھا تو اس کی نظر اس آدمی پر پڑی جس سے کچھ دیر پہلے ندا خالہ بات کر رہی تھیں۔ وہ اس کا چہرہ نہیں دیکھ پایا تھا کیوں کہ اس کی طرف اس کی پشت تھی۔

"کون ہیں آپ؟ رک جائیں!" زیان نے دبے پاؤں اس کا پیچھا کرتے اسے آواز لگائی تو باہر جاتے زبیر کے قدم تھم گئے۔وہ دونوں ایک دوسرے کے بالکل قریب آ گئے تھے۔

"تم.....تم یہاں کر رہے ہو؟" زبیر کو یہاں دیکھ کر اسے حیرانی ہوئی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا۔ ہٹو میرے راستے سے!" زبیر نے عجلت میں وہاں سے نکلنا چاہا۔ اسے عاصم سے پتا چلا کہ زارا کراچی میں ہے اور اس کی تصدیق کے لیے اس نے فوراً ندا خاتون کو کئی بار کال ملائی لیکن اُن کا نمبر مسلسل بند جا رہا تھا۔ بس اسی لیے وہ کراچی آیا تھا اور یہاں آکر بھی اسے مایوسی ہوئی تھی کیوں کہ زارا یہاں بھی اسے نہیں ملی تھی۔

"خالہ جان! مما! یہاں آئیں۔" زبیر کو یہاں دیکھ کر حیرانی ہوئی اور اس نے سب کو راہداری کی طرف بلایا۔ ندا خاتون زیان کی آواز سن کے وہاں پہنچیں تو زبیر کو اپنے سامنے دیکھ کر یکدم پریشان ہو گئیں۔ انھیں لگا تھا وہ زبیر کو خاموشی سے بھگانے میں کامیاب ہو گئی ہیں لیکن وہ زیان کی نظروں میں آگیا تھا اور زیان دروازے کے قریب کھڑا اسے باہر جانے سے روکے کھڑا تھا۔

"آپ بتائیں خالہ جان! یہ آدمی یہاں کیا کر رہا ہے؟" زیان کی آواز معمول سے تیز تھی۔ زبیر کو دیکھتے ہی اسے ساری بات سمجھ آگئی تھی اور یہی سوچ کر اس کا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ذہن ماؤف ہو رہا تھا۔

"مم.....میں نہیں جانتی یہ کون ہے؟" ندا خاتون نے ہکلاتے ہوئے صاف جھوٹ کہا۔پریشانی سے ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔

"جھوٹی عورت! تم نہیں جانتی کہ میں کون ہوں؟ ہاہاہا۔" وہ ندا خاتون کو پلٹتے دیکھ کر زور زور سے ہنسنے لگا۔

"تمہاری بھتیجی بھی تم پر ہی گئی ہے۔ جھوٹ فریب تو تم لوگوں کی گھٹی میں ہے ۔پر میں اسے ڈھونڈ لوں گا سمجھ گئی تم!" وہ باورانہ انداز میں کہتا زیان کو دھکا دے کر وہاں سے چلا گیا اور زیان زبیر کے کہے فقرے میں الجھ کر رہ گیا۔

اس کا مطلب زارا کو دیکھ کر جو اسے شک ہوا تھا وہ کوئی شک نہیں بلکہ حقیقت تھی۔

اس کی شکل میں مماثلت نہیں بلکہ وہ ہی اس کی کزن زارا عباس تھی۔

"اوہ میرے خدایا! یہ سب کیوں کیا آپ نے خالہ جان! ہم سب سے اتنا بڑا جھوٹ کیوں کہا آپ نے؟" پتھر کی مورت بنی ندا خاتون سے پوچھا۔آج پہلی بار

اسے معاملات کی سنگینی کا احساس ہوا تھا۔

"آپ نے ہمیں بتائے بغیر اس کی شادی کر دی تب بھی ہم مطمئن تھے کہ اس کا آپ سے خونی رشتہ ہے۔ آپ نے جو بھی فیصلہ کیا ہو گا وہ اس کے لیے بہتر ہی ہو گا۔ آپ ہمیں اس سے بات کروانے سے ٹالتی رہیں صرف اس لیے کہ وہ کینیڈا نہیں بلکہ یہیں پاکستان میں تھی۔"

"میرا یقین کرو میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔ وہ زبیر....." انھوں نے ہوش میں آتے ہی خود کو ڈیفینڈ کرنے کی کوشش کی۔

"کیا ہوا زیان! تم کس طرح بات کر رہے ہو تم اپنی خالہ سے؟" حلیمہ خاتون اور باقی سب شور سن کر راہ داری کی طرف چلے آئے تھے اور زیان کو ندا خاتون سے بلند آواز میں بات کرتا دیکھ کر انھوں نے اسے ڈپٹا تھا۔

"مما آپ خود ہی پوچھیں ان سے کہ انھوں نے زارا کی زندگی کیوں برباد کی؟"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو زیان؟ صاف صاف بتاؤ مجھے۔" وہ اس کی بات کا مطلب

نہیں سمجھ پائیں۔

”زبیر آیا تھا زارا کو ڈھونڈتے ہوئے یہاں۔اگر آج میں اسے یہاں نہیں دیکھتا تو نجانے کب تک یہ ہم سے جھوٹ بولتیں“

”ندا کچھ بولو بھی۔زیان کیا کہہ رہا ہے؟“

انھوں نے ندا کو خاموش دیکھ کر استفسار کیا۔

”زیان تم غلط سمجھ رہے ہو مجھے۔میں ایسا کیوں کروں گی؟میں اس کی سگی پھوپھی ہوں۔“

ندا خاتون کے اوسان خطا ہونے لگے تھے۔وہ آج بری طرح اپنے ہی جال میں پھنس گئی تھیں۔

”اگر آپ سچ میں نہیں جانتی تھیں تو پھر آپ نے جھوٹ کیوں کہا کہ وہ کینیڈا میں ہے؟“اس نے غصے سے پہلو بدلتے ہوئے کہا تو حلیمہ خاتون اپنی بہن کو دیکھ کر اس کی طرف لپکیں۔

''وہ بچی کس اذیت سے گزری ہے۔ تمہیں اندازہ بھی ہے ندا!

تم نے ایسا سوچ بھی کیسے لیا کہ اس کا باپ مر گیا ہے تو تم اس کے ساتھ کچھ بھی کروں گی اور کوئی پوچھنے نہیں آئے گا۔افسوس ہو رہا ہے مجھے تمہیں اپنی بہن کہتے ہوئے۔'' وہ انھیں دونوں ہاتھوں سے جھنجھوڑتے ہوئے بول رہی تھیں۔اپنی بہن کی خود غرضی کا انھیں شدید صدمہ پہنچا تھا ان کی سانس بولتے بولتے پھول گئ تھی۔

''آپا! میرا یقین کریں میں.....'' سچ کھل جانے کے باوجود اپنے کیے پر پشیمان ہونے کی بجائے وہ اب بھی اپنی بات پر ڈٹی تھیں۔

حلیمہ خاتون نے آگے بڑھ کر انھیں تھپڑ مار دیا اور وہ سکتے کی حالت میں کھڑی انھیں دیکھے گئیں۔ان کی بہن نے آج سے پہلے کبھی ان پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا۔

''گھر چلو زیان! اب ہم ایک منٹ بھی یہاں نہیں رکیں گے۔'' انھوں نے اپنا فیصلہ سنایا اور شکستہ قدموں سے چلتے ہوئے باہر نکل گئیں۔

www.novelsclubb.com

ڈرائیونگ کرتے وہ زارا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔اسے زارا سے پہلی ملاقات یاد آئی۔وہ زبیر کے ڈر سے اس سے الجھنے سے ڈرتی تھی اور جب وہ کپ دینے کا بہانا کر کے اس کے پاس گیا تھا کہ اُس سے پوچھ سکے کہ وہ اتنی ڈری ہوئی کیوں ہے۔

اُس دن اس کا التجائی انداز دیکھ کر ہمت نہیں کر پایا کہ اس سے پوچھ سکے، جب وہ لاہور سے کراچی آرہا تھا اسے تیار دیکھ کر وہ حیران ہوا تھا کیوں کہ جب وہ صاعقہ آنٹی کے ساتھ مارکیٹ گئی تھی تب اُس نے اچھی طرح چادر میں خود کو چھپا رکھا تھا اور جب بھی وہ اسے مخاطب کرتا تو وہ گھبرا جاتی تھی۔

ایک بجے کے قریب وہ سب گھر پہنچے تھے اور آتے ہی حلیمہ خاتون نے فہمیدہ سے زارا کے متعلق پوچھا تھا۔

"باجی صاحبہ! وہ تو چلی گئیں۔"جواب ملتے ہی وہ بے چین ہو گئی تھیں۔

"مما آپ بیٹھے میں بات کرتا ہوں۔"اس نے انھیں صوفے پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

"وہ کہاں گئی ہے کچھ بتایا اس نے آپ کو؟"

زیان نے پانی کا گلاس حلیمہ خاتون کو دیتے ہوئے فہمیدہ بی سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ زارا اپنے کسی دوست کے گھر گئی ہے۔

''تم نے اسے جانے کیوں دیا؟'' حلیمہ خاتون کے لیے خود کو سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا ۔اسے یہاں نہ پا کر وہ رو پڑیں۔

''مما! خود کو سنبھالیں۔'' زیان نے آگے بڑھ انھیں خود سے لگائے تسلی دی۔

''وہ مل جائے گی حلیمہ! پر سکون ہو جاؤ ورنہ تمہاری طبعیت بگڑ جائے گی۔'' ملک صاحب کے سمجھانے پر بھی ان کے رونے میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔

''میں تمہاری مما کے پاس ہوں۔ تم جاؤں زیان! دیکھو زارا کہاں ہے۔'' ملک صاحب نے اس سے کہا تو وہ اسی وقت گھر سے باہر نکل گیا۔

سڑک پر گاڑی دوڑاتے وہ تذبذب کا شکار تھا۔ وہ اسے ڈھونڈتے کافی آگے نکل آیا تھا۔ یہ وقت آفس کی چھٹیوں کا ہوتا ہے اس لیے سڑک پر گاڑیوں کا ہجوم تھا۔ جیسے ہی سگنل کھلنے پر وہ آگے بڑھا سڑک کے کنارے لوگوں کا ہجوم دیکھ کر اس نے

گاڑی روک دی۔

"ایسکیوز می! یہاں کیا ہوا ہے؟" اس نے ماتھے پر آئے پسینے کو صاف کرتے ہوئے وہاں کھڑے ایک آدمی سے پوچھا۔

"کسی لڑکی کا بہت بُرا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔ پتا نہیں کون ہے۔ خون بہت بہہ گیا ہے۔" اس آدمی کی بات سن کر وہ گھبراہٹ کے مارے کچھ بول ہی نہیں پایا۔

"زارا تم کہاں ہو؟" خود کو اس جگہ پر گھسیٹتے ہوئے لاتے اس کی حالت بگڑ رہی تھی۔

ہاتھ کے اشارے سے لوگوں کو ہٹاتا وہ اُس مقام پر پہنچا جہاں وہ لڑکی نیم مردہ حالت میں پڑی تھی۔ اُس کا چہرہ دوپٹے سے چھپا ہوا تھا۔ ایمبولیس ابھی ابھی پہنچی تھی اور عملہ اسے وہاں سے اٹھا رہے تھے۔

"یہ زارا نہیں ہو سکتی۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے اس نے پہلو بدلا تو وہ اسے چند قدم کے فاصلے پر کھڑی نظر آئی۔

”خدا کا شکر ہے زارا! تم ٹھیک ہو۔“ وہ دل ہی دل میں خوش ہوا تھا پھر ہجوم کو چھانٹتے اس کی طرف بڑھتے ہی اسے آواز لگائی تو وہ چونک گئی۔

”تم! تم یہاں کیا کر رہے ہو!“ اس نے پوچھا۔

"بہر حال یہ سوال تو مجھے تم سے پوچھنا چاہیے؟“

وہ اس سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑا اس سے پوچھ رہا تھا۔

”کیا مطلب؟“ اس نے ناسمجھی کا مظاہرہ کیا۔

”مطلب یہ کہ کسی کو بتائے بغیر تم اس طرح کہاں جا رہی ہو؟“ اس نے مسکراہٹ دبائے کہا تو زارا نے اپنی نظریں جھکا لیں۔اسے معلوم تھا کہ اگر وہ بتا کر جائے گی تو وہ لوگ اسے کہیں جانے نہیں دیں گے۔اس لیے ان کی غیر موجودگی میں وہ گھر سے نکل آئی تھی۔اس نے سوچا تھا کہ وہ یہاں سے سیدھا اپنی دوست کے گھر جائے گی اور کچھ دن وہاں رک کر اپنا مستقل ٹھکانہ ڈھونڈے گی لیکن چوکیدار سے پتا چلا تھا کہ وہ کسی رشتے دار کی شادی کے سلسلے میں شہر سے باہر ہیں۔

"کیا مجھے بتایا چاہیے تھا؟" اس نے نظر چراتے ہوئے کہا۔

"ہاں بالکل! کیا ہم بات کر سکتے ہیں؟"

وہ دونوں اس بھیڑ سے نکل کر اب سڑک کے کنارے چلے آئے تھے۔

"کیا بات کرنی ہے تمہیں؟" اسے سائے کی طرح ساتھ چلتا دیکھ کر وہ جھنجھلا گئی۔

سچ معلوم ہونے کے باوجود اس نے وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا کیوں کہ وہ زبیر سے اچھی طرح واقف تھی۔ وہ اپنی وجہ سے اپنوں کو کسی بھی پریشانی میں مبتلا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"کہاں جا رہی ہو؟" اس نے پوچھا۔

"اپنی دوست کے گھر!" وہ نظریں جھکائے آہستگی سے بولی۔

"چلو! میں تمہیں ڈراپ کر دیتا ہوں۔ اسی بہانے میری اُن سے ملاقات بھی ہو جائے گی۔" وہ کہتے ہی آگے بڑھ گیا پر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلی تو اس نے اسے آواز لگائی۔

"تم وہاں کیوں کھڑی ہو۔اب دیر نہیں ہو رہی تمہیں؟" زیان نے اسے بلایا تو غصے میں آگئی۔

"آخر تم میرا پیچھا کیوں کر رہے ہو؟"

وہ اسے باور کرنا چاہ رہی تھی کہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔

"میں تمہارا پیچھا نہیں کر رہا، بس تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔"

اس پاگل لڑکی کو دیکھ کر وہ حیران ہوا تھا جیسے سامنے کھڑی اُس لڑکی کی بے وقوفی پر افسوس کر رہا ہو۔

"تمہیں میری مدد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں خود ہی چلی جاؤں گی۔"

وہ یہاں ضبط کیے کھڑی تھی مزید کچھ دیر یہاں رکتی تو اس کا ضبط ٹوٹ جاتا، وہ رو پڑتی اور خود کو کمزور نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"اور کتنے جھوٹ بولو گی زارا عباس!

آخر تم یہ مان کیوں نہیں لیتی کہ جھوٹ بول بول کر تم تھک گئی ہو؟"

اس نے زیان کی لفظوں پر غور کیا تو اس کے بڑھتے قدم یکدم تھم گئے۔ وہ کیسے جانتا تھا کہ وہ زارا عباس ہے۔ اسے لگا اسے سننے میں کوئی غلطی ہوئی ہے۔

"کیا کہا تم نے؟" اس نے تصدیق کے لیے پوچھا۔

"یوں بُت بنی کھڑی رہنے سے کچھ نہیں ہو گا مجھے جواب چاہیے۔ تمہیں کیا لگا تم ہم سب سے چھپاؤں گی تو ہمیں کچھ پتا نہیں چلے گا۔

چلو مان لیا دوسروں سے جھوٹ بولنا تمہارے لیے بہت آسان ہے مگر کیا تم خود سے جھوٹ بول کر نہیں تھکتی؟

وہ اسے چُپ دیکھ کر بلند آواز میں بولا۔ اس کی بے وقوفی پر اسے بہت غصہ آ رہا تھا۔

"تو اور کیا کرتی میں؟ بتاؤ کیا کرتی میں۔ تنگ آ چکی ہوں سب کے سامنے جھوٹا ناٹک کر کے۔ تم سب بھی تو مجھے تنہا چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ بابا بھی چلے گئے۔

کون تھا میرا اپنا جس کے ساتھ میں اپنی تکلیف، اپنا غم بانٹتی۔" وہ غصے سے چیخ رہی تھی اور وہاں سے گزرتے لوگ ان دونوں کو مڑ مڑ کے دیکھ رہے تھے۔

''زارا! میری بات سنو!'' اسے اس حالت میں دیکھ کر اس نے اسے چپ کروانا چاہا۔

''چھوڑو مجھے! تم لوگوں نے تو کبھی یہ جاننے کی کوشش ہی نہیں کی کہ میں یہاں زندہ بھی ہوں یا مر گئی۔'' وہ بولتے بولتے وہیں سڑک پر بیٹھ گئی تھی۔ آنسو اس کے رخسار کو تر کر رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ ابھی بہت بڑی مسافت طے کر آئی ہوں ۔ آنکھوں میں درد ہی درد تھا۔

وہ اپنے سامنے کھڑی اس نازک سی لڑکی کو اس حال میں دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ وہ کیا کچھ دل میں چھپائے اکیلے ہی غم سہہ رہی تھی۔ اُسے شکایت تھی کہ وہ کیوں نہیں آیا اور ہونی بھی چاہیے وہ لوگ اس سے ملنے نہیں آ سکے تھے۔

"زارا! پلیز زارا چپ ہو جاؤ۔ مجھے معاف کر دو اور گھر چلو، تمہیں جو بھی شکایتیں ہیں گھر چل کے کرنا یہاں لوگ دیکھ رہے ہیں۔ مما تمہارا انتظار کر رہی ہیں۔ وہ بہت پریشان ہیں۔ پلیز چلو!'' وہ اسے وہاں سے اٹھا کر اسے اپنے ساتھ چلنے کو کہہ

رہا تھا۔

حلیمہ خاتون کا سنتے ہی اسے نا چاہتے ہوئے بھی اس کے ساتھ آنا پڑا۔وہ زیان کے ساتھ گھر پہنچی تو اسے دیکھ کر حلیمہ خاتون اسے گلے لگائے روتی رہیں۔اس سے بے خبر رہنے کی معافیاں مانگتی رہیں۔زارا نے پہلے ہی انھیں معاف کر دیا تھا۔انھیں دیکھ کر زارا نے سوچ لیا تھا کہ وہ پچھلی باتوں کو یاد کر کے اپنوں کے ساتھ زیادتی نہیں کرے گی بلکہ وہ اب زندگی میں آگے بڑھنا چاہتی تھی۔

★★★★★

زارا کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا تھا اس سے وہ واقف تھیں اور کہیں نہ کہیں اس کی اس حالت کی ذمہ دار وہ خود کو سمجھ رہی تھیں۔اگر وہ ندا پر آنکھیں بند کر کے بھروسہ کرنے کی بجائے زارا سے خود ہی بات کرنے کو ترجیح دیتیں تو شاید آج یہ سب نہ ہوا ہوتا۔

انھیں اب سمجھ آ رہی تھی کہ اصرار کے باوجود زارا ان سے فون پر بات کرنے کے

لیے راضی کیوں نہیں ہوتی تھی کیوں کہ ندا نے کبھی اسے بتایا ہی نہیں تھا۔وہ وقت کو پیچھے نہیں موڑ سکتی تھیں لیکن اب جب زارا ان کے پاس تھی تو وہ چاہتی تھیں کہ وہ ان کے دامن کو پھولوں سے بھر دیں اور اس کے ساتھ خوشگوار یادیں بنائیں تاکہ اس کے لیے ماضی کو بھولنا آسان ہو جائے بس اسی لیے انھوں نے سوچا تھا کہ وہ اسے کہیں باہر گھومنے لے جائیں گی تاکہ تازہ اور کھلی فضا میں اس کے اندر کی بے چینی کم ہو سکے اور ماحول میں تبدیلی ہو تو وہ بہتر محسوس کر سکے۔انھوں نے زیان کو گھر جلدی آنے کو کہہ دیا تھا۔

گھر سے نکلنے سے پہلے وہ کچھ سامان گاڑی میں رکھوانے کے بعد زیان کا انتظار کر رہی تھیں۔تب بھی زارا ان کے ساتھ ساتھ تھی۔

"چلیں لیڈیز!! اگر مزید دیر کی تو ہم ٹریفک میں پھنس جائیں گے۔" تبھی عجلت میں سیڑھیاں اترتا وہ ریسٹ واچ کلائی میں باندھتے ہوئے بولا تو زارا نے اس کی اور دیکھا۔اس نے بلیو جینز بلیک ٹی شرٹ کے اوپر جیکٹ پہن رکھی تھی اور اب باہر

جانے کے لیے تیار نظر آرہا تھا۔وہ آتے ہی تیار ہونے چلا گیا تھا تب سے وہ دونوں بیٹھی اس کا ہی انتظار کر رہی تھیں۔

"ہم تو کب سے تیار بیٹھے ہیں۔تم نے ہی تیار ہونے میں دیر لگادی۔"

حلیمہ خاتون نے بیٹے کی تیاری دیکھ کر شرارتی انداز میں کہا۔انھیں بیٹے کی اس عادت سے چڑ تھی وہ لڑکیوں کی طرح تیار ہونے میں بہت وقت لگاتا تھا۔

"مما!" وہ خفیف سا ہو کر بولا۔

"اب چلو بھی!" انھوں نے اس کا چہرہ دیکھ کر محظوظ ہوتے ہوئے کہا۔

وہاں پہنچ کر وہ دونوں بیٹھیں قدرت کے مناظر سے لطف اندوز ہو رہی تھیں۔شام کا وقت تھا اور بہت سے افراد وہاں اپنی فیملی سمیت جمع تھے۔زیان کار پارک کر کے اندر آیا تو ان دونوں کو آپس میں بات کرتا دیکھ کر مسکراہٹ اس کے چہرے پر پھیل گئی۔

"ہیلو۔۔لیڈیز!آپ تو میرے بغیر ہی انجوائے کر رہی ہیں ویسے یہ جگہ کتنی

خوبصورت ہے نا؟"

اس نے انھیں مخاطب کر کے کہا۔ وہ بچپن میں بابا کے ساتھ یہاں آیا کرتا تھا اور آج اتنے سالوں بعد یہاں بہت سی چیزیں مختلف ہو گئی تھیں۔

شام ہونے کی وجہ سے وہاں ستاروں کے مانند جگمگاتے فانوس لگے تھے، جس سے پورے پارک کا منظر واضح دکھائی دے رہا تھا جیسے دن کے اُجالے میں نظر آتا تھا۔ وہاں بیٹھے لوگوں کو مزے کرتے دیکھتے اور پرانی یادیں تازہ کرتے انھیں وقت کا پتا ہی نہیں چلا۔

جب وہ لوگ واپسی کے لیے وہاں سے نکلے تو رات ہو گئی تھی۔ وہ راستے میں ہی تھے کہ اچانک ایک تیز رفتا گاڑی سامنے سے آتی دکھائی دی اور زیان کے بریک لگانے کے باوجود بھی کار کو ٹکر لگ گئی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ پاتے۔ مقابل گاڑی سے کوئی دروازہ کھول کر باہر نکلا اور نکلتے ہیں چیخ و پکار کرنے لگا۔ زیان نے ان دونوں کو گاڑی میں ہی رکنے کا کہا اور خود

بھی باہر نکل آیا۔اندھیرے کے باعث وہ مقابل کا چہرہ نہیں دیکھ پایا تھا۔

"دِکھتا نہیں ہے کیا؟اندھوں کی طرح گاڑی چلا رہے ہو!"اس نے زیان کو سامنے دیکھ کر اس کا کالر پکڑ کے بہت بد تمیزی سے کہا۔

"یہ کیا بد تمیزی ہے۔چھوڑیں مجھے! غلطی سراسر آپ کی ہے جناب! یہ ون وے ہے اور آپ غلط راستے میں گُھس آئے ہیں۔"مقابل کا یہ رویہ قابل مذمت تھا۔ زیان نے خود کو چھڑاتے ہوئے باورانہ انداز میں اسے اپنی غلطی کا احساس کروانا چاہا۔

زیان اس شخص کی حرکت پر خوب حیران ہوا تھا۔غلط رستے میں گھس آنے کے باوجود وہ شخص اس پر ہی چلا رہا تھا۔اندھیرے کی وجہ سے اس کا چہرہ واضح نظر نہیں آرہا تھا لیکن اس کی چال سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اس نے ڈرنک کر رکھی ہے۔

"کیا بکواس کر رہے ہو۔یو اِڈیٹ.....تم جیسے بہت دیکھے ہیں میں نے۔میرا جو بھی نقصان ہوا ہے اس کی بھرپائی کرو ورنہ تمہیں پولیس بلواؤں گا۔"وہ ایک مرتبہ

پھر سے اس کے گریبان کو اپنی گرفت میں لیتے ہوئے بولا تو فضا میں عجیب سی بُو پھیلی۔

"دور رہ کر بات کرو اور اپنی گاڑی سائیڈ لگاؤ۔ غلطی تمہاری ہے۔ تم کال کرو میں بھی دیکھتا ہوں پولیس کسے پکڑتی ہے۔" زیان اس کا ہاتھ جھٹک کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا شور سن کر زارا اور حلیمہ خاتون کار سے نکل گئیں۔

"کیا ہوا ہے زیان؟" وہ بیٹے کی طرف فکرمندی سے بڑھیں۔

"کچھ نہیں مما! اس نے ڈرنک کر رکھی ہے۔ آپ دونوں اندر بیٹھیں، میں آتا ہوں۔" زیان نے انھیں تسلی دی۔ مقابل کسی کو فون ملا رہا تھا۔

زیان کو اس آدمی کی آواز جانی پہچانی سی لگی اس نے موبائل نکال کر ٹارچ آن کیا اور جیسے ہی ٹارچ کی روشنی میں اس کا چہرہ دیکھا اس کا غصہ بڑھ گیا وہیں کچھ فاصلے پر کھڑی زارا کے چہرے کا رنگ پل میں اُڑ گیا تھا۔ وہ یقیناً اسے ڈھونڈتے ہوئے یہاں آیا تھا۔ اس کی داڑھی بڑھی ہوئی تھی، بال بکھرے تھے، آستین کے کف

کھلے تھے اور وہ پہلے سے قدرے مختلف لگ رہا تھا۔

”زبیر.....!زیان نے سرگوشی کی۔

”مما آپ دونوں کار میں بیٹھیں! اس سے میں بات کر رہا ہوں۔“زیان نے زبیر کو دیکھ کر حلیمہ خاتون سے کہا۔اس سے پہلے وہ اسے لے کر کار میں بیٹھتیں۔

”زارا....تت تم کہاں چلی گئی تھی؟“زبیر زارا کو دیکھ کر وہیں سے چلایا اور دوڑتے ہوئے اس کی جانب بڑھا۔

”زارا....تم کہاں چلی گئی تھی مجھے چھوڑ کر۔میں نے تمہیں کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا۔بولو! کیوں چلی گئی تھی؟“

وہ بے یقینی کی کیفیت میں گھرا اس کا ہاتھ تھامے کسی دیوانے کی طرح پوچھ رہا تھا۔ البتہ زارا ایکدم خوف زدہ ہو گئی تھی۔جو بات اسے اتنے دنوں سے کسی آسیب کی طرح ڈرا رہی تھی آج وہ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

وہ اپنی وجہ سے اتنے سالوں بعد ملے اس رشتے کو کسی مصیبت میں مبتلا نہیں کرنا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

چاہتی تھیں۔

”زبیر چھوڑو اسے!“ زیان نے زارا کی حالت دیکھ کر زبیر کی گرفت سے اس کا ہاتھ چھڑانا چاہا مگر زبیر نے اپنی گرفت ڈھیلی نہیں کی۔

”اب میں تمہیں کہیں نہیں جانے دوں گا۔ چلو میرے ساتھ، گھر چلو!“ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے اپنے کار کی طرف بڑھا مگر زارا کے حلق سے ایک آواز نہ نکلی۔

”چھوڑو اسے۔ یہ تمہارے ساتھ کہیں نہیں جائے گی۔“ حلیمہ خاتون نے زبیر کے گرفت سے زارا کے ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا۔

"کیوں..... کیوں نہیں جائے گی؟ زارا میری بیوی ہے اور تم لوگ ہوتے کون ہو اسے روکنے والے؟“

وہ زیان اور حلیمہ خاتون کو دیکھ کہر آلود لہجے میں بولا۔

”تم جیسے گھٹیا انسان کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ کسی کی بہن بیٹی کے ساتھ جانوروں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

جیسا برتاؤ کرو کیوں کہ تمہاری بیوی ہے۔" زبیر جو پہلے ہی نشے کی حالت میں تھا زیان نے جیسے ہی اس کے منہ پر ایک گھوسہ مارا تو وہ لڑکھڑا کے گر گیا۔

"زارا تمہارے ساتھ کہیں نہیں جائے گی۔ اپنے اس غلیظ زبان سے میری بچی کا نام بھی مت لینا

میں مزید اُسے اس جہنم میں نہیں رہنے دوں گی۔" حلیمہ خاتون نے فوراً آگے بڑھ کر زارا کو اپنے پیچھے چھپا لیا۔

زارا کی آنکھوں سے آنسو موتیوں کی طرح نکل کر رخسار پہ بہہ رہے تھے۔ آج پھر سے وہ اس شخص کے سامنے کھڑی تھی جس نے ہمیشہ اسے دھتکارا تھا

جس نے اس کی پاک دامنی پر شک کیا تھا۔

"زارا میری بیوی ہے۔ سمجھے تم اسے میرے ساتھ جانے سے کوئی نہیں روک سکتا۔" زبیر غیظ و غضب میں ایک بار پھر سے چیختا ہوا اٹھا اور اس سے پہلے وہ زارا تک پہنچتا زیان ان دونوں کی درمیان آ کھڑا ہوا۔

”مما آپ زارا کو لے کر گاڑی میں بیٹھیں۔“اس کے کہتے ہی وہ زارا کو اپنے ساتھ لیے کار میں بیٹھ گئی تھیں اور وہ زبیر کی دھمکی کو نظر انداز کرتا ان دونوں کو گھر لے آیا تھا لیکن کوشش کے باوجود وہ تینوں رات بھر سو نہیں پائے تھے۔

★★★★★

صبح نماز کے بعد ان کی آنکھ لگی تھی۔زارا حلیمہ خاتون کے پاس ہی سو گئی تھی۔

تقریباً گیارہ بجے جب وہ دونوں اُٹھیں تو زیان نے فہمیدہ خاتون کو ناشتہ لگانے کا کہا مگر ناشتے کی ٹیبل پر بھی ان دونوں کو کچھ نہ کھاتا دیکھ کر زیان چُپ نہ رہ سکا اور ان دونوں کو مخاطب کیا۔

www.novelsclubb.com

”کیا ہوا مما!زارا!“

"کیا آپ دونوں مجھے بھوکا مارنا چاہتی ہیں؟

کل رات سے میں نے کچھ بھی نہیں کھایا۔اگر کچھ دیر مزید بھوکا رہا تو میں نے چکرا کر گر جانا ہے۔“

اُس نے بے چارگی سے منہ بناتے ہوئے ماحول کو خوشگوار بنانے کی کوشش کی اور ان دونوں کا دھیان بھٹکانا چاہتا تھا۔

اس کے اس انداز پر وہ دونوں بے ساختہ مسکرائی تھیں۔ واقعی اُس نے کل سے کچھ نہیں کھایا تھا۔

زارا پچھلے کچھ ہی عرصے میں یہ بات جان گئی تھی کہ اسے بھوک بالکل بھی برداشت نہیں ہوتی تھی۔ ناشتے کے فوراً بعد وہ اپنے کسی دوست سے ملنے چلا گیا اور دونوں پھوپھی بھتیجی لاؤنج میں چلی آئیں۔ حلیمہ خاتون نے اخبار کو ہاتھ ہی لگایا کہ مالی بابا لاؤنج میں داخل ہوئے۔

"بی بی جی۔ آپ سے ملنے کوئی آیا ہے۔" انھوں نے بتایا۔

"کون ہے ابراہیم بھائی۔" انھوں نے اخبار واپس سے میز پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

"کوئی عورت ہے اور اس کے بچے ہیں۔ خود کو آپ کی جاننے والی بتاتی ہے۔"

انھوں نے بتایا۔

www.novelsclubb.com

''آپ انھیں اندر لے آئیں۔''ان کے کہتے ہی وہ اثبات میں سر ہلاتے وہیں سے واپس لوٹ گئے۔

"پھوپھو جان کون آیا ہے؟''زارا نے استفسار کیا۔

''پتا نہیں بیٹا! شاید ملک صاحب کے کزن ہوں۔انھوں نے فون کر کے بتایا تھا وہ لوگ آج آنے والی ہیں۔''ملک صاحب کچھ دنوں کے لیے اپنے بزنس کے کچھ معاملات کو طے کرنے کے لیے امریکہ گئے ہوئے تھے۔

''تم ٹھیک ہو اگر تمھیں آرام کرنا ہے تو اپنے کمرے میں چلی جاو۔''ان کے پوچھنے پر اس نے اپنے ٹھیک ہونے کا بتایا۔وہ ان کے ساتھ ہی بات کرنا چاہتی تھی خود کو لوگوں میں مصروف رکھنا چاہتی تھی اس لیے وہیں بیٹھی رہی۔چند منٹ بعد مالی بابا کے ہمراہ لاؤنج میں ندا خاتون داخل ہوئیں ان کے ساتھ لائبہ اور ظفر بھی آئے تھے۔

ندا خاتون بہن کی ناراضی کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہاں معافی مانگنے کے ارادے

سے آئی تھیں۔ حلیمہ خاتون نے آج انھیں پہلے کی طرح گرم جوشی سے گلے نہیں لگایا تھا بلکہ بس سلام کا جواب دیا تھا جبکہ زارا اتنے دنوں بعد لائبہ اور ظفر کو دیکھ کر بہت خوش تھی۔

حلیمہ خاتون اُن سے ناراض ہونے کے باوجود بہن کی آمد پر بے رُخی دکھانے کی بجائے ایک میزبان ہونے کا فرض ادا کیا تھا۔

زیان جب لوٹا تو انھیں اپنے گھر میں دیکھ کر حیران ہوا تھا لیکن اپنی ماں کی خاموشی اور زارا کو مطمئن دیکھ کے اس نے بھی خاموش رہنے کو ترجیح دی۔ لائبہ اور ظفر کے ساتھ ادھر اُدھر کی بات کی اور پھر اٹھ کے اپنے کمرے میں چلا گیا۔

آج رات وہ ملک ہاوس میں ٹھہرنے والی تھیں۔ ندا خاتون یہاں اپنی بہن کی ناراضی دُور کرنے اور زارا سے بھی اپنے کیے کی معافی مانگنے آئی تھیں۔ انھوں نے زارا کے گھر کے کاغذات اس کے حوالے کر دیے تھے اور وہ عائشہ کی شادی کے بعد اپنے گھر میں شفٹ ہونے والی تھیں۔ انھیں اپنی غلطی کا بہت دیر سے احساس ہوا تھا وہ

اس غلطی کو بدل تو نہیں سکتی تھیں لیکن اس کی معافی مانگ کر اپنی غلطی کا ازالہ کرنا چاہتی تھیں۔

''میں آجاؤں؟'' ڈنر کے بعد حلیمہ خاتون سونے کی تیاری کر رہی تھیں تبھی ندا خاتون نے دروازے پر دستک دی۔

انھوں نے اجازت دے دی تو ندا خاتون اندر چلی آئیں۔ کچھ دیر ان دونوں کے درمیان خاموشی حائل رہی پھر انھوں نے بولنا شروع کیا۔

''آپ کو مجھ پر غصّہ ہے میں جانتی ہوں اور میری غلطی معافی کے لائق بھی نہیں ہے آپا! لیکن پھر بھی آپ مجھ سے یوں ناراض مت رہیں۔ خدا کے لیے مجھے معاف کر دیں۔''

''مجھے تم سے یہ اُمید نہیں تھی ندا! کہ تم اس حد تک گر جاؤگی کہ اپنے اس بھائی کی بیٹی کے ساتھ ظلم کروگی جس نے ہمیشہ تمہاری خواہشوں کا احترام کیا۔ تم سے چھوٹے ہونے کے باوجود بھی اس نے اپنی ہر خواہش کو تم پر قربان کر دی کیوں کہ

اسے تم عزیز تھی۔ تم اپنی خود غرضی میں سب کچھ بھول گئی۔ اس کی سب سے پیاری چیز کو ایک ایسے انسان کے حوالے کر دیا جو نشی اور دماغی طور پر بیمار ہے۔ تم یہ بھی بھول گئی کہ مکافات عمل نام کی بھی کوئی چیز ہے اگر کل کو یہ سب تمہاری اپنی بیٹی کے ساتھ ہو تو کیا تم برداشت کر لو گی؟"

نداخاتون جو کب سے نظریں جھکائے اپنی بہن کی باتیں سُن رہی تھیں اس طرح کہنے پر تڑپ اُٹھیں۔

"بے فکر رہو ندا! میں تمہیں کوئی بددُعا نہیں دے رہی۔ جس طرح میں زارا مجھے عزیز ہے اُسی طرح عائشہ اور لائبہ دونوں ہی میری بچیاں ہیں۔ اللہ نہ کرے کہ کبھی تمہارے کیے کی سزا انھیں ملے اور انھیں اس تکلیف سے گزرنا پڑے جس طرح زارا کو گزرنا پڑا لیکن وقت نکال کر سوچنا ضرور!!

کہتے کہتے ان کی سانس بھول گئی تھی۔ نداخاتون نے اپنی بہن کی طرف دیکھا وہ سچ ہی کہہ رہی تھیں۔ ان کا خون سفید ہو گیا تھا۔ لالچ نے ان کی عقل پر پتھر رکھ دیا تھا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

انھوں نے اس طرح سوچا ہی نہیں تھا۔زیادہ کی ہوس انسان کو کیسے گمراہ کر دیتی ہے کہ انسان اپنے سارے رشتے ناتے بھلا دیتا ہے۔

”مجھے احساس ہو گیا ہے آپا! آپ مجھے معاف کر دیں میں اپنی غلطی سدھارنا چاہتی ہوں۔“

انھوں نے نم لہجے میں کہا تو حلیمہ خاتون انھیں اس شرط پر معاف کرنے پر تیار ہو گئیں کہ اگر زارا انھیں معاف کر دے گی تو وہ بھی انھیں معاف کر دیں گی کیوں کہ اصل زیادتی اس کے ساتھ ہوئی تھی۔جانے سے پہلے انھوں نے زارا سے اپنے کیے کی معافی مانگ لی تھی اور زارا نے اپنی طبیعت کے پیشِ نظر فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انھیں معاف بھی کر دیا تھا۔

★★★★★

”کہاں تھے تم، صبح سے کوئی اتا پتا نہیں۔موبائل بھی بند جا رہا تھا تمہارا؟“

وہ صبح سے گھر سے نکلا رات کے اس وقت گھر آیا تھا۔وہ بیٹے کے لیے فکر مند تھیں

اسے دیکھتے ہی پوچھا۔

"اپنے ایک دوست کے پاس گیا ہوا زارا کی خلع کے سلسلے میں۔بس اسی میں دیر ہو گئی!"اس نے بتایا۔

"ہاں تو کیا ہوا پھر؟"انھوں نے استفسار کیا۔

"وہ کہتا ہے کچھ وقت لگے گا لیکن فیصلہ زارا کے حق میں ہی آئے گا۔"وہ انھیں بتانے لگا۔

"تم نے اس بارے میں زارا سے دوبارہ بات کی؟"انھوں نے ذہن میں آنے والے سوال کے پیش نظر پوچھا۔وہ زارا سے اس بارے میں بات کر چکی تھیں اور اس نے اس کا فیصلہ ان پر چھوڑ دیا تھا۔

"وہ کافی پریشان اور اُلجھی ہوئی ہے مما لیکن ہم اُسے اس آدمی کے ساتھ تو نہیں چھوڑ سکتے نا۔وہ بدلنے والوں میں سے نہیں ہے اگر اُس شخص کو بدلنا ہوتا تو کب کا بدل چکا ہوتا۔"وہ جس ملک میں رہ کر آیا تھا وہاں اس قسم کی ڈومیسٹک وائلنس کے

خلاف سخت ایکشن لیا جاتا تھا۔

پاکستان میں بھی اس کی سزا متعین ہے لیکن بہت سے لوگ اب بھی اسے میاں بیوی کا آپسی معاملہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں۔

"اس میں کوئی ایک برائی تو نہیں.... نشہ کرتا ہے، عورت پر ہاتھ اٹھاتا ہے اور کسی کو ایک بار نشے کی لت لگ جائے بہت کم ہی ہوتے ہیں جو اس سے چھٹکارہ حاصل کر پاتے ہیں۔ عورت پر ہاتھ اُٹھانا بزدل اور گھٹیا مردوں کی نشانی ہے، اوپر سے اُسے شک کی لاعلاج بیماری ہے۔ میرا تو یہ سوچ کر ہی کلیجہ کٹ سا جاتا ہے کہ میری بچی نے یہ سب کیسے برداشت کیا ہو گا۔"

ان کی آنکھیں ایک بار پھر سے نم ہو گئی تھیں۔ انھیں لگا تھا اتنے سالوں سے وہ ہی آزمائش میں مبتلا تھیں ان کی فیملی نے دکھ جھیلے تھے لیکن زارا کی ساتھ ہوئی خونی رشتوں کی زیادتی نے انھیں غم زدہ کر دیا تھا۔

"مما... سنبھالیں خود کو! اگر آپ یوں ہمت ہار جائیں گی تو زارا کو کون سنبھالے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

گا۔اسے آگے بہت کچھ فیس کرنا ہے۔اُسے آپ کی محبت اور ساتھ کی ضرورت ہے۔“

وہ دونوں اس بات سے بے خبر تھے لیکن کہیں نہ کہیں دونوں ماں بیٹے زارا کی اس حالت کا ذمہ دار خود کو سمجھتے تھے۔

رات کے کھانے کے بعد زیان سیدھا ٹیرس پر آگیا۔اوپر آنے سے پہلے وہ فہمیدہ خاتون کو چائے کے لیے کہہ چکا تھا۔یوں ٹیرس پر آنا کم ہی ہوتا تھا مگر اس وقت اُسے ٹھنڈی ہوا اور کُھلی جگہ پر سانس لینے کی اشد ضرورت تھی تاکہ اندر کا سارا غبار ہوا میں تحلیل ہو جائے اور وہ اپنے اندر سکون اُتار سکے۔

جس زارا سے وہ بچپن میں ملا تھا وہ بالکل شوخ،زندہ دل اور زندگی سے بھرپور ہوا کرتی تھی لیکن اب جیسے وہ کہیں کھو سی گئی تھی اُس کا اس قدر سنجیدہ رہنا۔بولتے بولتے چُپ ہو جانا اور ہر وقت گُم صم رہنا زیان کو بے چین کر رہا تھا۔

بس یہی بات تھی کہ وہ پریشان رہنے لگا تھا۔ماموں کو کھو دینے کا غم تو تھا ہی ان کی

پیاری بیٹی کی زندگی میں آئی اس خَلشِ کو وہ ٹھیک کرنا چاہتا تھا۔

وہ دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا آسمان پر موجود مکمل چاند اور ہر سو پھیلی روشنی کو دیکھتے ہوئے کسی خیال میں گم تھا کہ فہمیدہ خاتون نے اسے پُکارا۔

"آسود بیٹا! آپ کی چائے۔" اس نے مڑ کر انھیں دیکھا اور آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ سے کپ لیتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا۔

"سوری اتنی رات گئے میں نے آپ کو پریشان کر دیا۔" وہ معذرت خواہانہ انداز میں بولا۔

"یہ کیا بات ہوئی بیٹا! ماں کبھی اپنے بچوں کے کام کرتی تھکتی ہے!" اُس کے اس طرح کہنے پر وہ بُرا مان گئی تھیں اور یہ سچ تھا انھوں نے زیان کو کبھی اپنی اولاد سے کم نہیں سمجھا تھا۔ انھوں نے ایک ماں کی طرح ہی اس کا خیال رکھا تھا۔

"بہت شکریہ آنٹی! آپ ہمیشہ مجھے لاجواب کر دیتی ہیں۔ اب آپ سو جائیں! رات بہت ہو گئی ہے۔ میں بھی کچھ دیر میں سو جاؤں گا۔ شب بخیر!" اس نے ان کا شکریہ

ادا کیا اور چائے کی کپ اپنے ہونٹوں سے لگالی۔

جب بھی اسے کسی قسم کی پریشانی ہوتی وہ تنہائی میں بیٹھ کر اس کا حل ڈھونڈتا تھا لیکن آج باوجود کوشش کے اسے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا اور اس کی بے چینی بڑھتی چلی جارہی تھی۔

آسمان پر پورا چاند ہر طرف اپنی روشنی بکھیر رہا تھا کچھ دیر یونہی کھڑا رہنے کے بعد اس نے اپنے دوست کو کال ملائی۔اس سے بات کر کے کچھ ہلکا پھلکا ہوا تو وہ یہ سوچ کر نیچے چلا آیا کہ اب سارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔اُسے خلع کے کاغذات کا انتظار تھا مگر اُس کے بعد آنے والی پریشانیوں سے وہ زارا کو کیسے بچائے گا ایسے بہت سے سوالات تھے جس سے وہ چھٹکارہ حاصل نہیں کر پارہا تھا۔

★★★★★

زارا کچن میں چائے بنارہی تھی جب زیان پانی پینے کے لیے کچن میں داخل ہوا۔

اُسے دیکھ کر سلام کرتے وہ فریج سے جُھک کر پانی کا بوتل نکالنے لگا۔

زارا اس کے چہرے پر پریشانی دیکھ سکتی تھی۔ایک گہرا سانس بھرتے اس آہستہ سے سلام کا جواب دیا اور کپوں میں چائے نکالنے لگی۔پانی کی گلاس واپس رکھتے ہوئے اُس کی خاموشی کا نوٹس لیتے اس نے خود ہی اس کا حال واحوال جاننا چاہا اور ساتھ حلیمہ خاتون کے متعلق پوچھا۔

"کیسی ہو؟ مما اُٹھ گئی ہیں؟"

"میں ٹھیک ہوں اور پھوپھو جان اپنے کمرے میں ہیں۔"

اُسے زارا سے لاہور میں ہوئی پہلی ملاقات یاد آئی اس کا چڑ جانا، لڑنا اور اسے دیکھتے ہی خوف کھانا ہر چیز جیسے اس کی آنکھوں کے سامنے کسی فلم کی طرح چلتی محسوس ہوئی۔

"کیا زارا زبیر کو پسند کرتی ہے؟" اس نے سوچا پھر خود ہی اس کی نفی کر دی کیوں کہ اگر اس کے دل میں زبیر کے لیے کوئی خاص جذبات ہوتے تو وہ اُس سے خلع لینے کے لیے تیار نہیں ہوتی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اور زبیر جیسا شخص تو بالکل بھی اُس کے لائق نہیں ہے۔اُس انسان کو تو سلاخوں کے پیچھے ہونا چاہیے۔“

اس نے اپنی سوچ کے گھوڑے دوڑائے اور دل ہی دل میں سوچا۔

"تمہیں چائے پینی ہے؟“

اچانک سے پوچھے جانے پر اُس کی سوچ کے بے لگام گھوڑے رُک گئے۔

وہ جو دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا محو سوچ تھا سیدھا کھڑا ہو گیا سر کو جنبش دے کر زارا کے ہاتھ سے چائے کی کپ تھام لی۔زارا اُٹھ کے لیے کمرے کی جانب بڑھ گئی جہاں حلیمہ خاتون اس کا انتظار کر رہی تھیں۔

★★★★★

جیسے ہی خلع کے کاغذات تیار ہو کر آئے زارا نے کسی بھی قسم کے تاثرات ظاہر کیے بغیر ہی خاموشی سے اس پر دستخط کر دیے۔

پل میں اس کی دُنیا بدل گئی تھی وہ ایک شادی شدہ لڑکی سے طلاق یافتہ بن گئی تھی

۔اسے لوگوں کی عجیب نظروں اور طرح طرح کی سوالوں کا سامنا کرنا پڑتا کیوں کہ قصور کسی کا بھی ہو دُنیا عورت کو ہی غلط کہتی ہے۔

اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ جس ان چاہے رشتے کو وہ پوری ایمانداری سے نبھانے کی کوشش کر رہی تھی اس رشتے کا اختتام بھی ہو گا۔

دوسری طرف زیان جو بچپن سے ہی زارا کو پسند کرتا تھا یہ بات اب تک سب سے پوشیدہ تھی۔وہ اس سے دور تھا لیکن وہ کبھی اس کی یادداشت سے محو نہیں ہوئی تھی۔اس نے سوچا تھا پاکستان پہنچ کے سب سے پہلے اس سے اپنے جذبات کا اظہار کرے گا پھر حلیمہ خاتون سے بات کرے گا لیکن یہاں پہنچ کر جب اسے زارا کی شادی کا علم ہوا تو اسے شاک لگا پر اس نے خود کو سنبھال لیا تھا کیوں کہ اسے زارا کی خوشی عزیز تھی اس نے کبھی نہیں چاہا تھا کہ زارا کی شادی ٹوٹ جائے اب جب ایسا ہوا تھا تو اسے چین نہیں مل رہا تھا۔اس لیے زیان لاہور چلا گیا اور وہاں خود کو کام میں مصروف کر لیا تھا۔وہ جب بھی فارغ ہوتا اپنی مما کو فون کر کے ان کی طبعیت

اور زارا کے بارے میں پوچھ لیتا تھا۔ جیسے تیسے دن گزر رہے تھے وہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا مگر اب بھی اُسے زارا کو لے کر پریشانی لگی رہتی تھی۔

پورے چار ماہ بعد وہ کراچی واپس لوٹنے والا تھا اور اُس نے جیسے ہی اپنے آنے کی خبر حلیمہ خاتون کو دی وہ خوشی سے کھل اُٹھی تھیں لیکن اس نے انھیں نہیں بتایا تھا کہ وہ آج ہی پہنچنے والا ہے۔

اسے اپنے پہلے کیس میں ہی بڑی زبردست کامیابی ملی تھی اُس کے بعد بھی وہ چند کیسز لڑ چکا تھا۔ وہ پہلے ہی کراچی لوٹ جاتا مگر وہ زارا کی عدت پوری ہونے کا انتظار کر رہا تھا کیونکہ وہ اس سے مل کر بات کرنا چاہتا تھا۔

زارا اپنے کمرے میں بیٹھی کتاب کا مطالعہ کر رہی تھی جب حلیمہ خاتون نے دروازے پر دستک دی۔

زارا نے انھیں دیکھ کر ہاتھ میں پکڑی کتاب سامنے میز پر رکھ دی۔

السلام علیکم... پھوپھو جان!

"آپ وہاں کیوں کھڑی ہیں، پلیز اندر آئیں۔" اس نے کہا تو حلیمہ خاتون اندر چلی آئیں۔ جواب دے کر وہ اس کے قریب آ کر بیٹھ گئی تھیں۔

"میں اب بالکل ٹھیک ہوں بس کل ذرا سر میں درد تھا اس لیے آرام کر رہی تھی اور صبح بھی میری آنکھ زرا دیر سے کھلی، فہمیدہ کہہ رہی تھی کہ تم مجھ سے ملنے میرے کمرے میں آئی تھی؟"

"جی.... بس آپ کے پاس بیٹھنے کا دل کیا تو سوچا آپ کے پاس چلی آؤ۔" اس نے انھیں بتایا۔

"آج میرے ساتھ باہر چلو، تمہیں اچھا لگے گا اتنے دنوں سے یوں گھر میں بیٹھی بور ہو گئی ہو گی۔"

انھوں نے کہا تو وہ بس خاموشی سے سر ہلا کر رہ گئی۔

شام میں وہ اسے شاپنگ پر لے کر گئی تھیں اور وہاں حلیمہ خاتون کے اصرار کرنے پر زارا کو مجبوراً دو چار ڈریس اپنے لیے لینے پڑے تھے۔

دو تین گھنٹے لگے تب جا کے وہ دونوں بہت سی چیزیں لینے میں کامیاب ہوئی تھیں۔

گھر پہنچ کر وہ دونوں باتیں کرتیں راہداری سے چلتیں لاؤنج میں داخل ہوئیں تو سامنے زیان کو دیکھ کر حیران رہ گئیں وہ صوفے پر ایک ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے مسکراتے ہوئے ملک صاحب سے بات کر رہا تھا۔

"لو یہ دونوں بھی آ گئیں!"

ملک صاحب کی ان پر نظر پڑی تو انھوں نے کہا۔زیان بھی انھیں دیکھ کر مسکرانے لگا پھر اُٹھ کر سلام کرتا حلیمہ خاتون کے گلے لگ گیا۔

"کیسی ہیں مما؟"اس نے ان سے الگ ہوتے ہی پوچھا۔

"میں تو بالکل ٹھیک ہوں زیان! لیکن تم تو کل آنے والے تھے نا؟"

اسے یہاں اچانک دیکھ کر انھیں خوشی ہوئی تھی اور وہ حیران بھی تھیں کیوں کہ اس نے انھیں نہیں بتایا تھا کہ وہ آج ہی آ جائے گا۔

"میں آپ کو سرپرائز دینا چاہتا تھا مما! کیا آپ کو اچھا نہیں لگا؟"اس نے الٹا استفسار

کیا۔ماں کے پوچھنے پر اس کا پہلی والی ساری گرم جوشی ماند پڑ گئی تھی۔

''تمھیں یہاں دیکھ کر میں خوش نہیں ہوں گی؟ لیکن تمھیں مجھے بتانا چاہیے تھا میں تمہارے لیے کچھ خاص بناتی۔''انھوں نے افسردگی سے کہا۔

''کھانا تو ہم آج باہر کھائیں گے، کیوں زارا؟''

اس نے زارا جو مخاطب کیا تو اس نے سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

"ٹھیک ہے میری جان!''

حلیمہ خاتون اس کے گال تھپکتے ہوئے بولیں تو وہ کھل کر مسکرایا۔

''ہیلو زارا! کیسی ہو تم؟''وہ اس کی طرف بڑھا تھا۔زارا حلیمہ خاتون کے پیچھے شاپنگ بیگ لیے کھڑی دونوں ماں بیٹے کے مابین ہونے والی گفتگو سن رہی تھی۔

''ٹھیک ہوں۔تم کیسے ہو؟''

''میں بالکل ٹھیک ٹھاک!''اس نے پر مسرت انداز میں بتایا۔

"ارے.....میں بھی یہیں کھڑا ہوں۔تم ماں بیٹے کا میل ملاپ ہو گیا ہو تو کوئی مجھے

بھی پوچھ لے۔"

ملک صاحب خود کو نظر انداز ہوتا دیکھ انھیں یاد دلانے لگے تو سب کی ہنسی چھوٹ گئ۔

ملک ہاؤس کی درو دیوار میں ہنسی گونج رہی تھی ایسا لگتا تھا بہت عرصے بعد اس گھر کی خوشیاں لوٹ آئی تھیں۔

★★★★★

زیان باغیچے میں کھڑا پھولوں کی تراش خراش میں مالی بابا کی مدد کر رہا تھا۔وہ چلتی ہوئی اس تک آئی اور اس کی جانب چائے کا کپ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"تمہاری چائے؟"

"بہت شکریہ! مجھے یوں روز اچھی چائے پلانے کے لیے۔" اُسے یہاں دیکھ کر وہ ہلکا سا مسکرایا اور اس کے ہاتھ سے چائے کی کپ لیتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا اور چائے کی سپ بھرنے لگا۔

”زارا!“ وہ جانے کے لیے پلٹی تو اس نے اسے پکارا تو اس نے سوالیہ نظروں سے اس کی اور دیکھا۔

”اگر تمہیں کوئی بھی پریشانی ہے تو مجھ سے مت چھپانا۔ تم بلا جھجھک مجھ سے بات کر سکتی ہو۔“

اس نے زارا کی خاموشی کا نوٹس لیتے ہوئے اُسے اعتماد میں لینے کی کوشش کی۔

”مجھے کوئی پریشانی کیوں ہو گی زیان؟“ وہ اس کے استفسار پر حیران ہوئی۔ وہ زبیر کو یاد نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ان دونوں کے درمیان کبھی ایسا کچھ تھا ہی نہیں جسے یاد کیا جا سکے۔

www.novelsclubb.com

”تم اتنی خاموش کیوں ہو گئی ہو؟“ اس نے چائے کی خالی کپ کو آگے بڑھ کر چار فٹ اونچی دیوار پر رکھا جو وہاں حال ہی میں اٹھائی گئی تھی۔

”مجھے خاموش رہنا اچھا لگتا ہے۔“ اس نے نارمل انداز میں بتایا۔

”پہلے تو تم ایسی نہیں تھی۔ بچپن میں کوئی بمشکل ہی تمہیں چپ کروا سکتا تھا۔ وہ

زارا کہیں کھو گئی ہے۔میں اُسے مس کرتا ہوں۔"

اس نے ماضی میں جھانکتے ہوئے ہنستی مسکراتی زارا کو تصور میں لاتے ہوئے کہا۔

"وقت ایک سا نہیں رہتا زیان۔وہ وقت بہت پیچھے چلا گیا ہے۔ان سالوں میں بہت کچھ بدل گیا ہے اور شاید میں بھی۔مجھے کبھی اپنی نظروں سے دور نہ کرنے والے بابا خود مجھ سے دور ہو گئے ہیں۔"اس نے اداسی سے کہا تو اس کے لہجے میں بسی اداسی نے زیان کے اندر دھواں سا بھر دیا۔

"سوری زارا... میں تمہیں دکھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔"وہ بولتے بولتے رک گیا تاکہ اس کے تاثرات دیکھ سکے۔پر اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔

"میں خوش ہوں زیان! جو کچھ بھی ہوا میری قسمت میں لکھا تھا اس میں تمہارا یا پھوپھو جان کا کوئی قصور نہیں ہے۔اس لیے تم دونوں سوری نہ کیا کرو مجھ سے۔"

وہ اپنی بات مکمل کر کے جا چکی تھی اور زیان سوچ میں پڑ گیا تھا کہ کیا اسے زارا کو اپنے جذبات کا اظہار کرنا چاہئیں یا مزید انتظار کرنا چاہیے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ان کے درمیان پھر کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔وہ اسے وقت دینا چاہتا تھا۔زارا نے حلیمہ خاتون کے کہنے پر دوبارہ سے پڑھائی شروع کردی تھی اور زیان اپنے کام میں اتنا مصروف ہو گیا تھا کہ گھر آتے آتے بھی اسے رات ہو جاتی تھی۔

وہ روز ناشتہ کیے بغیر ہی آفس کے لیے نکل جاتا اور رات دیر سے گھر واپس لوٹتا ۔آج اتوار تھا اور اس کی چھٹی تھی اسی لیے ناشتے کی ٹیبل پر سبھی ایک ساتھ بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔

”ندا کا فون آیا تھا۔کل سے عائشہ کی شادی کی تقریبات شروع ہو جائیں گی۔“ کل رات انھیں ندا خاتون کا فون آیا تھا اور وہ چاہتی تھیں کہ عائشہ کو وہ اپنی دعاؤں کے ساتھ رخصت کریں۔

”زیان ہو سکے تو کچھ دنوں کے لیے اپنے کام سے چھٹی لے لو۔“ وہ زیان سے مخاطب ہوئیں۔

”لیکن میرا جانا ضروری ہے کیا؟“

وہ جوس کا گلاس خالی کرتے ہوئے بولا۔

”ضروری ہے تبھی کہہ رہی ہوں کچھ دنوں کی چھٹی لے لو تم! اور مجھے کچھ نہیں سننا۔ کل ہم ندا کی طرف چل رہے ہیں۔ اس لیے نو مور ایسکیوزز۔“ انھوں نے غصے میں کہتے بات ہی ختم کر دی وہ چپ ہو گیا۔

”ایسے موقعے بار بار کہاں آتے ہیں۔ چلو مزہ آئے گا۔“ ملک نواز نیپکن سے ہاتھ پونچھتے ہوئے بولے تو اس نے سر ہلا دیا۔

”اور تم اپنی روٹین ٹھیک کرو۔“ وہ اس کی پچھلے ایک ہفتے کی معمول کو دیکھ کر واقعی پریشان تھیں زیان صبح سویرے گھر سے نکل جاتا اور رات گئے واپس لوٹتا جب سب سُو چکے ہوتے۔ نہ ٹھیک سے کھاتا تھا۔ انھوں نے ناراضی سے کہا۔

”سوری مما! مجھے کسی کیس کے سلسلے میں ایسا کرنا پڑا۔ خیر اب سے میں جلدی آیا کروں گا پرامس.... ٹھیک ہے۔"

وہ انھیں جانچتی نظروں سے دیکھنے لگا آیا وہ اب بھی ناراض ہیں یا نہیں۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"چلو اب اپنا کھانا ختم کرو۔" انھوں نے کہا تو دل نہ چاہتے ہوئے بھی اپنی پلیٹ خالی کرنے لگا کیونکہ انھیں دوبارہ ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔

دوسرے دن وہ سب جب وہاں پہنچے تو ان کا کھلے دل سے استقبال کیا گیا۔

زیان اور زارا کو یہاں دیکھ کر لائبہ اور ظفر کا خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا تھا۔ وہ دونوں ہی انھیں پسند تھے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد سبھی اپنی اپنی تیاریوں میں لگ گئے۔ کوئی پارلر تو کوئی مارکیٹ جا کر اپنی ضرورت کی اشیاء خرید رہا تھا۔

جب شام ہوئی تو مہمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا زارا کی ضد پر عائشہ کا نکاح عباس وِلا میں ہو رہا تھا۔ عائشہ خود بھی یہی چاہتی تھی آج عائشہ بھی ان دونوں سے بہت گرم جوشی سے ملی تھی۔

لان کو رنگ برنگے برقی قمقموں سے سجایا گیا ان کی روشنی میں پورا عباس ویلا جگمگا رہا تھا اور سارے انتظامات نعیم صاحب اور زیان نے اپنی نگرانی میں کروائے تھے۔

سب کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے ان میں زارا بھی شامل تھی۔ عائشہ کو

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس نے ہمیشہ اپنی بہن مانا تھا اور آج اس کی زندگی کا خوبصورت دن تھا۔ وہ اس کے لیے خوش تھی۔

زیان کچھ فاصلے پر کھڑا کسی سے بات کر رہا تھا جب اس کی نظر زارا پر پڑی۔ اسے یوں مسکراتا دیکھ کر وہ بہت خوش تھا۔

وہ ہاتھ سینے پر باندھے کھڑا محویت سے زارا کو دیکھ رہا تھا جو کچھ فاصلے پر کھڑی لڑکیوں کے ساتھ کام کروا رہی تھی۔ وہ بلاشبہ ہنستی ہوئی بہت پیاری لگتی تھی۔

"کاش یہ مسکراہٹ یونہی تمہارے چہرے پر زینت بنی رہے۔" اس نے دل سے دعا کی۔ لڑکے والوں کی آمد کا شور پھیلا تو وہ ان کے استقبال کے لیے ان کی جانب بڑھ گیا۔

کھانے کے بعد کافی شور شرابا مستی مذاق کا سلسلہ جاری رہا پھر دھیرے دھیرے سب اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ چند رشتے دار ان کے گھر پر ہی ٹھہرے تھے۔ جن میں ملک فیملی بھی شامل تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

★★★★★

دوسرے دن کا آغاز افراتفری میں ہوا تھا۔ہر کوئی ادھر ادھر بھاگ رہا تھا۔کوئی اپنے کپڑوں کے لیے پریشان تھا تو کسی کو اپنے میچنگ جیولری کی فکر تھی اور کسی کو مہمانوں کے اچھے سے استقبال کی فکر نے چین سے بیٹھنے نہیں دیا تھا۔زارا اور نمرہ سب کے لیے چائے بنا کر لاونج میں آئیں تو ہر کوئی اپنی فکر کا کھاتہ کھولے گم صم نظر آیا انھوں نے سب کو چائے تھمائی تاکہ سب کی تھکاوٹ اتر جائے۔

بچّوں نے اسکول اور کالج سے پہلے ہی چھٹیاں لے لی تھیں اور دونوں اُٹھتے ہی زیان سے باہر گھومنے کی ضد کر رہے تھے۔اُن کے ساتھ ان کے کزن بھی تھے۔ندا نعیم کی ڈانٹ کا بھی ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ان کی مستقل مزاجی دیکھ کر زیان نے حامی بھر لی اور انھیں تیار ہونے کا کہہ کر خود بھی وہاں سے اٹھ گیا۔

”زیان... تمھیں انھیں منع کر دینا تھا! پہلے ہی تم اتنا سب کچھ دیکھ رہے ہو، تھکے ہوئے ہو۔“ندا خاتون نے زیان کے تھکاوٹ زدہ چہرہ دیکھ کر کہا۔

www.novelsclubb.com

"ارے خالہ جان! پلیز غصّہ نہ کریں۔ ہم جلدی لوٹ آئیں گے اور پھر میں چلا جاؤں گا تو بچّوں کو کہاں موقع ملے گا۔" اس نے ان کا غصہ کم کرنے کی کوشش کی اور بچوں کو لیے باہر چلا گیا۔ وہ لوگ ساحل سمندر پر کچھ وقت گزارنے کے بعد کھانا کھا کر لوٹے تھے لیکن اس میں بھی آدھا دن گزر گیا تھا۔

زیان جیسے ہی اندر داخل ہوا حلیمہ خاتون نے پکارا۔

"آ گئے تم! کافی دیر لگا دی تم لوگوں نے؟"

"جی مما! گھومتے ہوئے وقت کا پتا ہی نہیں چلا۔ ہم نے دوپہر کا کھانا باہر ریسٹورنٹ میں ہی کھا لیا ہے۔ آپ بتائیں کیا ہو رہا ہے؟"

وہ ان کے برابر میں صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر بیٹھتے ہوئے بولا اور اپنا سر صوفے کی پُشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔

"نیند آ رہی ہے تو سو جاؤ!" انھوں نے اسے ٹیک لگائے دیکھ کر کہا۔

"میں ٹھیک ہوں مما!" اس نے آنکھیں بند کیے جواب دیا تو حلیمہ خاتون اس کے

پاس آکر بیٹھ گئیں۔

"اچھا سنو! تم نمرہ اور زارا کو پارلر لے جاؤ گے یا تمہارے ڈیڈ کو بول دوں؟" ان کے پوچھنے پر اس نے آنکھیں کھول کر ان کی جانب دیکھا۔

"ڈیڈ کو رہنے دیں۔ میں لے جاؤں گا۔" وہ سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"ٹھیک ہے میں انھیں تیار ہونے کا کہہ دیتی ہوں۔" حلیمہ خاتون کہتی ہوئیں لاؤنج سے نکل گئیں۔

وہ انھیں پارلر چھوڑ کر گھر واپس آگیا تھا۔ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد شاور لے کر وہ فریش ہونا چاہتا تھا۔

ہال پہنچتے پہنچتے بھی اندھیرا پھیل گیا تھا۔ سب زرق برق سے تیار باراتیوں کا انتظار کر رہے تھے۔

زارا اور نمرہ تھوڑی دیر پہلے ہی پارلر سے سیدھا وہیں پہنچی تھیں۔ انھیں لینے نعیم صاحب گئے تھے۔ وہ دونوں بھی باقی لڑکیوں کے ساتھ مہمانوں کے استقبال

کے لیے پھول کی پتیاں لیے داخلی راستے پر کھڑی ہو گئی تھیں۔

بڑی دھوم دھام اور شور شرابے کے ساتھ لڑکے والے آئے پھر سب سے ملنے ملانے کا سلسلہ جاری رہا۔ اسٹیج پر بیٹھی عائشہ سُرخ رنگ کے عروسی لباس اور مہارت سے کیے گئے میک اپ میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔

زارا حلیمہ خاتون کے ساتھ کھڑی تھی لڑکے والے کی طرف سے آئے مہمانوں سے مل رہی تھی۔

"یہ کون ہے، انھیں پہلے کبھی نہیں دیکھا؟"

فاروق کی والدہ کے ساتھ کھڑی ایک عورت نے پوچھا۔

"یہ عائشہ کی خالہ جان ہیں۔" وہ ان سے چند دنوں پہلے ہی ملی تھیں۔

"ان کے ساتھ زارا ہے، ندا کی بھتیجی۔" وہ انھیں زارا کے بارے میں بتا رہی تھیں۔

"کتنی پیاری بچی ہے نا؟" عائشہ کی ساس نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے اس کی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

خوبصورتی کو سراہا۔

”جی جانتی ہوں اسے۔ مل چکی اس سے۔ میں نے سنا ہے اسے طلاق ہو گئی ہے۔“

اس عورت کی بات سن کر فاروق کی والدہ کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔

حلیمہ خاتون وہیں کھڑی سب سن رہی تھیں۔ پھر زارا کی طرف دیکھا جس کا چہرہ یکدم بجھ سا گیا تھا۔

”تو کیا لوگ اب زارا کے متعلق بات کرنے لگے ہیں۔

انھوں نے دل میں سوچا پھر خود کو سنبھالتے ہوئے اس کی طرف آئیں۔

”آپ کو یہ بات کس نے بتائی؟“ وہ اس عورت سے مخاطب ہوئیں۔

”ارے بہن ایسی باتیں کہاں چھپتی ہیں، اتنی کم عمری میں ایسا حادثہ تو انسان کو توڑ دیتا ہے پھر طلاق جس بھی وجہ سے ہوئی ہو ایک طلاق یافتہ عورت کو معاشرہ اتنی آسانی سے قبول نہیں کرتا اور اگر کوئی اس پر ترس کھا بھی لے تو اسے وہ حیثیت نہیں ملتی جو باقی لڑکیوں کو ملتی ہے۔ میری کزن کی بیٹی کے ساتھ بھی یہی سب ہوا۔

"

اس عورت نے بولنا شروع کیا تو بولتی ہی چلی گئی۔ یہ بھی ایک سچ تھا معاشرے کی تلخ رویوں کا بوجھ کسی عورت کا مقدر بنتا ہے تو وہ راکھ ہو جاتی ہے۔ یہ سوچ کر ان کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا تھا۔

"آپ فکر مت کریں۔ میری زارا کے ساتھ ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ وہ بہت اچھی بچی ہے اور مجھے یقین ہے میرا رب اس کے ساتھ اور کچھ بُرا نہیں کرے گا۔"

انھوں نے بگڑے تنفس کو بحال کرتے جبرا مسکراتے ہوئے کہا اور وہاں سے چلی گئیں۔

عائشہ کے رخصتی اور وہاں سے لوٹتے تک بھی ان کے دماغ میں ان عورتوں کی باتیں چل رہی تھیں۔

★★★★★

"تم نے پھوپھو جان کو منع کیوں نہیں کیا؟"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وہ ٹیرس پر کھڑا اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا جب زارا اسے ڈھونڈتے ہوئے وہاں پہنچی۔ وہ اس کی آواز سن کر پلٹا۔ وہ رات کے اس وقت اُس کے سامنے کھڑی کافی غصے میں لگ رہی تھی۔ پچھلے کچھ دنوں سے ان کا سامنا نہیں ہوا تھا وہ اپنے کام میں مصروف تھا اور وہ پڑھائی کا کہہ کے کمرے میں ہی گھسی رہتی تھی۔ اس نے کئی بار اس سے بات کرنے کا ارادہ کیا لیکن ہر بار اپنی سوچ کی نفی کر دی۔

"کس بات سے؟"

رات کے اس وقت اسے یہاں دیکھ کر حیران ہوا تھا۔ اس سے بڑھ کر حیرانی اس کی بات سن کر ہوئی تھی۔ وہ کس حوالے سے بات کر رہی تھی۔

"تم اچھی طرح جانتے ہو۔ میں کیا پوچھ رہی ہوں زیان۔" اس کی آنکھوں میں غصہ تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا وہ کس بارے میں پوچھ رہی ہے۔ عائشہ کے رخصتی سے واپس آنے کے بعد حلیمہ خاتون نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ اور زارا دونوں ایک ہو جائیں اور اس بارے میں وہ اس سے بات کر چکی تھی۔ اس نے ہمیشہ سے زارا کو ہی چاہا تھا

پھر انکار کی کوئی وجہ ہی نہیں تھی لیکن سب سے بڑا مسئلہ زارا کی رضامندی تھی۔

کیوں کہ وہ ایک ٹراما سے گزری تھی لیکن پرسوں ہی اسے حلیمہ خاتون نے بتایا تھا کہ زارا نے شادی کے لیے ہاں کر دی ہے۔

”تو تم کر دیتی!“

وہ اس سے اس بے وقوفی کی امید نہیں رکھتا تھا۔اس لیے پُر سکون انداز میں بولا۔

”تم جانتے ہو میں پھوپھو کو منع نہیں کر سکتی تھی۔“ وہ اپنا ہاتھ مسلتی ہوئے بولی۔

حلیمہ خاتون نے اپنے دل کی بات اس سے شیئر کی تھی اور فیصلہ اس پر چھوڑ دیا تھا۔

اس نے بہت سوچا لیکن پھر بھی انھیں انکار نہ کر سکی لیکن پچھلے کچھ دنوں سے وہ اندر ہی اندر زیان کے اقرار سے غصہ تھی۔اسے لگتا تھا کہ زیان اس پر ترس کھا رہا ہے تبھی ہر طرح سے قابل ہونے کے باوجود اُس سے شادی کر رہا ہے اور اسی لیے وہ رات کے اس وقت ٹیرس پر کھڑی اس سے سوال جواب کر رہی تھی۔

”تم میری وجہ سے اپنی زندگی کیوں برباد کر رہے ہو زیان؟ تمہیں کوئی بھی لڑکی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

مل سکتی ہے پھر میرے لیے ہاں کرنے کی کیا ضرورت تھی تمہیں۔" اسے پر سکون دیکھ کر وہ تقریباً چلائی تھی۔ اس نے سوچا تھا وہ ہاں کر بھی دے تو کیا ہوا زیان کی مرضی کے بغیر تو شادی نہیں ہو گی نا۔

"تمہیں کس نے کہا کہ میں اپنی زندگی برباد کر رہا ہوں؟" اس کا انداز نارمل تھا۔ وہ تحمل سے اس سے پوچھ رہا تھا۔

"لیکن مجھ پر ترس کھا رہے ہو؟" وہ آنکھوں میں آنسو لیے بولی تھی۔

"تم...... تمہیں پتہ ہے تمہاری پروبلم کیا ہے؟

تم احساس کمتری کا شکار ہو'

تمہیں لگتا ہے دنیا کا ہر انسان تم سے اچھا ہے اور تم خود کو حقیر سمجھتی ہو..... ایک بے چاری لڑکی!

تبھی تمہیں ایسا لگتا ہے کہ میں تم سے ہمدردی کر رہا ہوں لیکن یہ سچ نہیں ہے۔ سچ بتاؤں تو تم سے خوبصورت لڑکی میں نے آج تک نہیں دیکھی۔ آج کے اس دور

میں ایسا کون ہے جو خود سے پہلے دوسروں کا سوچتا ہے۔ خود چاہے تم جتنی بھی تکلیف میں ہو لیکن دوسروں کی تکلیف تم سے دیکھی نہیں جاتی ہے۔"

وہ اُس کی بات سُن کر حیرت سے اُسے دیکھ رہی تھی۔

زیان نے آگے بڑھ کے اس کے نازک ہاتھوں کو تھام لیا۔ وہ بے یقینی کی کیفیت میں گھری رہی۔

"میں نے تمہیں کسی کی دباؤ میں آکر اپنی زندگی میں شامل نہیں کیا ہے زارا بلکہ اپنی مرضی سے تمہیں اپنانا چاہتا ہوں۔"

اُس نے اس کا جُھکا چہرہ تھوڑی سے پکڑ کر اپنی جانب کیا اور اس کے آنسو صاف کرتے بولا۔

"تم نے جتنا رونا تھا تم نے رو لیا لیکن اب میں تمہیں روتا نہ دیکھوں۔ ماضی کو ہم بدل نہیں سکتے مگر اپنے حال کو بہتر بنانا ہمارے اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ تم نے جو کچھ سہا اس کا ازالہ بہت مشکل ہے لیکن جو زخم تمہارے دل پر لگے ہیں میں اپنی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

محبت سے اسے بھرنا چاہتا ہوں۔ تمہارے ساتھ اپنی زندگی کی آخری سانس تک جینا چاہتا ہوں۔ کیا تمہیں اب بھی لگتا ہے مجھے تم سے ہمدردی ہے؟" وہ یک ٹک اسے دیکھے گئی۔

"چاہو تو تم مجھ سے وعدہ لے لو۔ زندگی کے کسی موڑ پر تمہیں مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہو گی۔" وہ پرت در پرت اس پر کھل رہا ہے اور وہ بے یقینی میں گھری اس کی باتیں سن رہی تھی۔

"ایسی بات نہیں ہے۔" اُس نے آہستگی سے کہا۔

"تو تم پھر الٹے سیدھے خیال اپنے دماغ سے نکال دو۔ جاؤ جا کر سو جاؤ رات بہت ہو گئی ہے۔" اس نے کہا تو وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی آئی۔ زیان سے بات کر کے اس کی ساری غلط فہمیاں دور ہو گئی تھیں لیکن اس کے ساتھ ایک نئے رشتے میں بندھنے سے وہ ہچکچا رہی تھی۔

وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اس کے انکار کرنے پر دونوں ماں بیٹے پیچھے ہٹ جائیں

گے پر کبھی نہ کبھی تو اسے ایک نئے رشتے میں بندھنے کو کہا جاتا اور اگر پھر سے کسی زبیر جیسے شخص کا سامنا کرنا پڑتا تو وہ کیا کرتی اس لیے اس نے خاموشی اختیار کر لی تھی اور اپنی قسمت کا فیصلہ اللہ پر چھوڑ دیا تھا۔

★★★★★

کچھ مہینوں بعد.....

"اور کتنا ٹائم لگے گا؟" اسے چوڑیاں پہنتے دیکھ کر زیان نے اس سے سوال کیا۔ اُن کی بارہ بجے کی فلائٹ تھی۔ زیان کا پوچھنا تھا کہ زارا نے اسے گھوری سے نوازا۔ وہ پچھلے تیس منٹ سے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا اپنے بال بنانے میں مصروف تھا اور اپنا کام ختم ہوتے ہی اسے وقت کے نکلنے کا احساس دلا رہا تھا۔

"اب ایسے کیوں دیکھ رہی ہو یار۔ ہمیں نکلنا ہے۔ رستے میں بہت ٹریفک ہو گا۔"

زارا کو خود کو یوں گھورتے دیکھ کر اس نے اپنا دفاع کیا تو وہ بے ساختہ مسکرائی۔

زیان نے اسے اپنی شریک حیات کے روپ میں قبول کیا تھا تب سے وہ اس کی

چھوٹی سی چھوٹی چیز کا خیال رکھتا تھا۔اس کے ساتھ رہتے تو جیسے مسکراہٹ اس کے لبوں کی زینت بن گئی تھی۔

جب وہ دونوں تیار ہو کر نیچے آئے تو حلیمہ خاتون اور ملک صاحب کو اپنا منتظر پایا۔

وہ دونوں انھیں ائیر پورٹ چھوڑنے جانے والے تھے۔زارا کے سمسٹر شروع ہونے میں وقت تھا اور زیان کو انھوں نے زبردستی چھٹی دلا دی تھی تاکہ وہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزار سکیں اسی لیے شادی کے دو ماہ بعد وہ دونوں ایک ساتھ امریکہ جا رہے تھے۔

ٹریفک سے نکلتے ہوئے وہ چاروں ائیر پورٹ پہنچے تو فلائٹ میں بیٹھنے سے پہلے بہت ساری دعاؤں اور نصیحتوں کے درمیان حلیمہ خاتون سے گلے ملتے ہوئے وہ آبدیدہ ہو گئی تھی۔اس نے اپنی ماں کو نہیں دیکھا تھا لیکن اتنے کم عرصے میں حلیمہ پھوپھو سے جتنی محبت ملی تھی ان سے دور جاتے ہوئے اس کا احساس ہو رہا تھا۔

"ساری محبت تم ہی لے لو گی یا اپنی ماں سے مجھے بھی ملنے دو گی۔" زارا کو جذباتی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہوتا دیکھ کر زیان نے منہ پھلائے کہا تو وہ شرمندہ سی ان سے الگ ہوتے اپنے آنسو صاف کرنے لگی۔

"پورے ڈرامہ ہو تم زیان!" حلیمہ خاتون نے اس کے کان کھینچتے ہوئے کہا تو اس نے خود کو چھڑاتے ہوئے کہا۔

"ہاں تو جب سے آئی ہے آپ پر پورا کا پورا قبضہ کر لیا ہے۔ تھوڑی بہت محبت میری لیے بھی چھوڑ دینا تھا نا اسے۔"

اس کی بات سن کر حلیمہ خاتون کے ساتھ ملک صاحب بھی بیٹے کی نوٹنکی کو داد دی تھی اور زارا مسکراتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ زیان اس کی زندگی میں آزمائش کے بعد ملنے والا اللہ کی طرف سے وہ تحفہ تھا جس کا شکر ادا کرتے اُسے اللہ پر بہت پیار آتا تھا۔اس کے سارے زخم دھیرے دھیرے مٹتے جارہے تھے کیوں کہ اسے ایک مہربان ساتھی سے نوازا گیا تھا۔

ختم شدہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM